اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ

مشکوۃ

MONTHLY MISHKAT

MAJLIS KHUDDAM-UL-AHMADIYYA

BHARAT

اس شمارہ میں خاص

- ”حسن اخلاق، نصف ایمان ہے
- (دربار شاہی سے دربار شاہی تک) سیرت حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ
- An Islamic Happiness Model- Fusion of Muttaqi and Muhsin

جلد 8 جنوری 2024 - صلح 1403 - جمادی الاوّل/جمادی الثانی 1445 شمارہ 1

26 جنوری یوم جمہوریہ کی مناسبت سے مجلس خدام الاحمدیہ قادیان کے تحت قادیان کا ڈنگوہ ہماچل 102 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے Cycle Peace Ride کا انعقاد کیا گیا نیز بمقام ڈنگوہ ہومیو پیتھک و ایلو پیتھک کا فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ

مشکوٰۃ

MONTHLly MISHKAT

"قوموں کی اصلاح
نوجوانوں کی اصلاح
کے بغیر نہیں ہوسکتی"
(بانی تنظیم مجلس خدام الاحمدیہ)

مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا ترجمان
MAJLIS KHUDDAM-UL-AHMADIYYA BHARAT

نگران: شمیم احمد غوری صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

فہرست مضامین

اداریہ	2
قرآن کریم / انفاخ النبی	3
کلام الامام المہدی / امام وقت کی آواز	4
خلاصہ خطبات جمعہ ماہِ نومبر 2023ء	5
(دربار شاہی سے دربار شاہی تک)	
سیرت حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ	11
''حسن اخلاق، نصف ایمان ہے''	18
بنیادی مسائل کے جوابات (قسط 47)	22
فتاویٰ مصلح موعودؓ	27
Diary Dose	28
گوشۂ ادب / بزم اطفال	31
Mishkat Archives	32
Health & Fitness	33
سائنس کی دنیا	34
An Islamic Happiness Model- Fusion of Muttaqi and Muhsin	40

مضمون نگار حضرات کے افکار و خیالات سے رسالہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے

ایڈیٹر
نیاز احمد نائک

نائبین
اطہر احمد شمیم، ریحان احمد شیخ
سید سعید الدین، سلیق احمد نائک

مینیجر
سید عبد الہادی

مجلس ادارت
بلال احمد آہنگر، حافظ نعیم احمد پاشا
مرشد احمد ڈار، اعجاز احمد میر

ڈیزائننگ
محمد ضیاء الدین، کامران شریف
نیّر احمد، صباح الدین شمس

دفتری امور
سید حارث احمد

مقام اشاعت
دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

سالانہ بدل اشتراک

اندرون ملک	₹ 220
بیرون ملک	$ 150
قیمت فی پرچہ	₹ 20

Printed and Published by Mohammad Nooruddin M.A, B.Lib and owned by Majlis Khuddam-ul Ahmadiyya Bharat Qadian and Printed at Fazl e Umar Printing Press, Harchowal Road, Qadian Distt. Gurdaspur 143516 Punjab India, and Published at Office Majlis Khuddam-ul-Ahmadiyya Bharat, P.O Qadian, Distt. Gurdaspur 143516 Punjab India. Editor Niyaz Ahmad Naik

اداریہ

ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

نئے سال کا آغاز فرد و قوم کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مختلف اقوام نئے سال کے آغاز کے ساتھ نئے قومی اور ملکی ترقی کے لئے مختلف منصوبوں اور پروگرامز کا اعلان کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک پرعزم انسان نئے سال کا آغاز نئے جوش اور ولولے سے کرتا ہے۔ ہماری زندگیوں میں نئے سال کا طلوع ہونا ایک لحاظ سے شکر گزاری کا موقع ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور سال دیکھنا نصیب فرمایا ہے۔ لیکن نیا سال نئی ذمہ داریوں اور گزشتہ سال پر نظر دوڑا کر آئندہ سال کے لئے کمر ہمت بلند کرنے والا ہونا چاہئے۔ انہی امور کی طرف ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں سال نو کے مبارک موقعے پر توجہ دلاتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 30 دسمبر 2016 میں سال نو کے آغاز پر محاسبہ نفس کے بارے میں ایک سوالنامہ ہم سب کے سامنے رکھا ہے۔ ہم سب کو نئے سال کا استقبال اس سوالنامے پر غور و فکر کر کے اور اس کے مطابق جائزہ لیتے ہوئے کرنا چاہئے۔ تبھی ہمارا نیا سال ہمارے لئے خیر و برکات اور اصلاح و ترقی کا موجب ہوگا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

کیا ہم نے شرک نہ کرنے کا عہد پورا کیا؟ کیا ہم نے جھوٹ سے مکمل پاک ہو کر سال گزارا؟ کیا ہم نے اپنے آپ کو ایسی تقریبوں سے دور رکھا ہے جن سے گندے خیالات پیدا ہوتے ہیں؟ کیا ہم نے اپنے آپ کو بدنظری سے بچایا؟ کیا ہم نے فسق و فجور کی ہر بات سے بچنے کی کوشش کی؟ کیا ہم نے اپنے آپ کو ہر ظلم سے بچا کر رکھا؟ کیا ہر قسم کے فساد سے بچنے کی کوشش کی؟ کیا ہر قسم کے باغیانہ رویہ سے پرہیز کیا؟ کیا ہم نفسانی جوشوں سے مغلوب تو نہیں ہوئے؟ کیا ہم پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام کرتے رہے؟ کیا نماز تہجد پڑھنے کی طرف توجہ رہی؟ کیا ہم نبی کریم ﷺ پر باقاعدہ درود بھیجتے رہے؟ کیا ہم اپنوں اور غیروں کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کرتے رہے؟ کیا ہم باقاعدگی سے استغفار کرتے رہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی حمد کی طرف ہماری توجہ رہی؟ کیا ہم ہر قسم کی رسوم اور ہوا و ہوس کی باتوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہے؟ کیا قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات کو مکمل طور پر اختیار کرنے کی کوشش کرتے رہے؟ کیا ہم نے خوش خلقی کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کی؟ کیا ہر دن دین میں بڑھنے والا اور اسکی عظمت میں بڑھنے والا رہا؟ کیا اسلام کی محبت میں اس قدر بڑھے ہیں کہ اپنے مال عزت اور اولاد سے زیادہ اہم سمجھا؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی میں آگے بڑھنے والے رہے؟ کیا اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے رہے؟ کیا یہ دعا کرتے رہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت کے معیار ہمیشہ قائم کرتے رہیں اور بڑھیں؟ کیا تعلق اخوت اور اطاعت اس حد تک بڑھایا کہ باقی تمام رشتے ہیچ ہو جائیں؟ کیا خلیفہ وقت اور جماعت کے لئے باقاعدہ دعا کرتے رہے؟

اگر تو اکثر سوالوں کے مثبت جواب کے ساتھ یہ سال گزرا ہے تو کچھ کمزوریاں رہنے کے باوجود ہم نے بہت کچھ پایا۔ جتنے سوال مَیں نے اٹھائے ہیں اگر زیادہ جواب نفی میں ہے تو پھر قابل فکر حالت ہے۔ ہمیں اپنی حالتوں پر غور کرنا چاہئے اور اس کا مداوا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ان راتوں میں یہ دعا کریں۔ آج کی رات بھی ہے اور کل آخری رات ہے۔ اور مصمّم ارادہ کریں اور ایک عہد کریں اور خاص طور پر نئے سال کے آغاز میں یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری گزشتہ کوتاہیوں اور کمیوں کو معاف فرمائے اور نئے سال میں ہمیں زیادہ سے زیادہ پانے کی توفیق دے۔ آمین۔

(نیاز احمد نائک)

قرآن کریم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ التحریم:9)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرتے ہوئے جھکو۔ بعید نہیں کہ تمہارا ربّ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ نبی کو اور ان کو رُسوا نہیں کرے گا جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔ ان کا نور ان کے آگے بھی تیزی سے چلے گا اور ان کے دائیں بھی۔ وہ کہیں گے اے ہمارے ربّ! ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر جسے تُو چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

تفسیر: توبہ زندگی کے چند لمحات کی کیفیت کا نام نہیں۔ توبہ ساری زندگی کے سارے ہی لمحات کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے، اس کی طرف جھکتے ہوئے غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے، ندامت سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ عاجزانہ اس سے مغفرت چاہتے ہوئے زندگی گزارنا اس کا نام ہے توبہ۔ اس کی دو شاخیں ہیں آگے، عقیدۃً اور عملاً، دونوں اس میں شامل ہیں یعنی خدا تعالیٰ کا عرفان رکھنا اور اس کی عظمتوں اور اس کے نور کو اس کے حسن کو سمجھتے ہوئے اور شناخت کرتے ہوئے اور اس سے دوری کے مضرات کو اور برائیوں کو جانتے ہوئے ان سے بچنے کی کوشش کرنا، یہ عقیدۃً توبہ ہے یعنی آدمی کا یہ عقیدہ ہو کہ اگر میں خدا سے کٹ گیا اور توبہ کا تعلق میرا اس سے نہ ہوا تو میں ہلاک ہو گیا لیکن اسلام محض فلسفہ نہیں حقیقی فلسفہ اسلام ہی ہے، اس میں شک نہیں لیکن اسلام محض فلسفہ نہیں۔ یہ تو ہماری زندگی کا ایک حسین لائحہ عمل ہے جو ہمیں بتایا گیا۔

(خطبات ناصر جلد نہم صفحہ ۳۹۲ تا ۳۹۵)

انفاخ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کے وقت کے گناہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول کرے اور دن کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کے وقت گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرے (اور اللہ تعالیٰ ایسے ہی کرتا رہے گا) یہاں تک کہ سورج اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع ہو۔

(مسلم کتاب التوبۃ باب قبول التوبۃ من الذنوب)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے تم میں سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کا اونٹ مایوسی کے بعد اچانک اسے مل گیا ہو حالانکہ وہ ایک چٹیل میدان میں گم ہوا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب التوبۃ)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم مَیں دن میں اللہ تعالیٰ سے ستّر (۷۰) مرتبہ سے زیادہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی فی الیوم واللّیلۃ)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہمہ وقت استغفار کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہر تنگی کے وقت اس کے نکلنے کے لیے راہ پیدا کر دیتا ہے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے اور اسے اس راہ سے رزق عطا فرماتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہ کر سکے"۔

(ابو داؤد۔ کتاب الوتر باب فی الاستغفار)

کلام الامام المہدی علیہ السلام

استغفار اور توبہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وَ اَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ (ھود:۴)

یاد رکھو کہ یہ دو چیزیں اس امت کو عطا فرمائی گئی ہیں۔ ایک قوت حاصل کرنے کے واسطے۔ دوسری حاصل کردہ قوت کو عملی طور پر دکھانے کے لئے۔ قوت حاصل کرنے کے واسطے استغفار ہے جس کو دوسرے لفظوں میں استمداد اور استعانت بھی کہتے ہیں۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ جیسے ورزش کرنے سے مثلاً مگدروں اور موگریوں کو اٹھانے اور پھیرنے سے جسمانی قوت اور طاقت بڑھتی ہے اسی طرح پر روحانی مگدر استغفار ہے۔ اس کے ساتھ روح کو ایک قوت ملتی ہے اور دل میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ جسے قوت لینی مطلوب ہو وہ استغفار کرے۔ غفر ڈھانکنے اور دبانے کو کہتے ہیں۔ استغفار سے انسان ان جذبات اور خیالات کو ڈھانپنے اور دبانے کی کوشش کرتا ہے (جو) خدا تعالیٰ سے روکتے ہیں۔ پس استغفار کے یہی معنے ہیں کہ زہریلے مواد جو حملہ کر کے انسان کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں ان پر غالب آوے اور خدا تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کی راہ کی روکوں سے بچ کر انہیں عملی رنگ میں دکھائے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں دو قسم کے مادے رکھے ہیں۔ ایک سمی مادہ ہے جس کا موکل شیطان ہے اور دوسرا تریاقی مادہ ہے۔ جب انسان تکبر کرتا ہے اور اپنے تئیں کچھ سمجھتا ہے اور تریاقی چشمہ سے مدد نہیں لیتا تو سمی قوت غالب آجاتی ہے۔ لیکن جب اپنے تئیں ذلیل وحقیر سمجھتا ہے اور اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت محسوس کرتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک چشمہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے اس کی روح گداز ہو کر بہ نکلتی ہے اور یہی استغفار کے معنی ہیں۔ یعنی یہ کہ اس قوت کو پا کر زہریلے مواد پر غالب آجاوے"۔

(ملفوظات۔ جدید ایڈیشن۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۳۴۸-۳۴۹)

امام وقت کی آواز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اپنے اندر پاکیزگی کے بیج کی پرورش کے لئے بہت زیادہ کوشش اور استغفار کی ضرورت ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرے اور دل صاف کرے اور اس طرح ہمیں اپنے دل کی زمین کو تیار کرنا ہوگا اور اس میں اللہ تعالیٰ کا فضل مانگتے ہوئے نیکی کے بیج کی پرورش کرنی ہوگی جس طرح ایک زمیندار جب اپنی فصل کے لئے بیج کھیت میں ڈالتا ہے تو جڑی بوٹیوں سے صاف رکھنے کے لئے وہ بعض دفعہ بیج ڈالنے سے پہلے ایسے طریقے اختیار کرتا ہے جو جڑی بوٹیوں کو اگنے میں مدد دیتے ہیں، تاکہ جو بھی جڑی بوٹیاں ہیں وہ ظاہر ہو جائیں۔ اور جب وہ ظاہر ہو جائیں تو ان کو تلف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اسی طرح ہمیں بھی اپنے گناہوں کی جڑی بوٹیوں کے بیج کو بھی ظاہر کرنا پھر اس کو تلف کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے، اپنے گناہوں پر نظر رکھنی چاہئے۔ تاکہ نیکی کا بیج صحیح طور پر نشو ونما پا سکے۔ جب نیکی کا بیج پھوٹتا ہے، بڑھنا شروع ہوتا ہے تو اس کی پھر اس طرح ہی مثال ہے کہ پھر شیطان بعض حملے کرتا ہے کیونکہ وہ بھی اپنی برائیوں کے بیج پھینک رہا ہوتا ہے یا کچھ نہ کچھ بیج برائی کا بھی دل میں رہ جاتا ہے تو جس طرح فصل لگانے کے بعد زمیندار دیکھتا ہے کہ بعض دفعہ فصل کے ساتھ بھی دوبارہ جڑی بوٹیاں اگنی شروع ہو جاتی ہیں تو پھر زمیندار کئی طریقے استعمال کرتا ہے۔ بوٹی مار دوائیاں چھینکتا ہے یا گوڈی کرتا ہے، زمین صاف کرتا ہے تاکہ ان بوٹیوں کو تلف کیا جائے تو اس طرح انسان کو بھی اپنے اندر نیکی کے بیج کو خالص ہو کر بڑھنے اور پنپنے کا ماحول میسر کرنے کے لئے استغفار کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا فضل مانگتے ہوئے اس کی پرورش کی کوشش کرتے رہنا چاہئے تو جب اس طریق سے اپنے اندر نیکیوں کے بیج کو ہم پروان چڑھائیں گے اور پروان چڑھانے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ پھلے گا اور پھولے گا اور پھر بڑھے گا اور ہمارے تمام وجود پر نیکیوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ اور ہر برائی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ختم ہو جائے گی۔"

(خطبہ جمعہ 14 / مئی 2004ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

خلاصہ خطبہ جمعہ 3/ نومبر 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے

تحریکِ جدید کے 90ویں سال کا اعلان، دفتر ششم کا اجراء

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ و سورۃ آل عمران کی آیت 93 کی تلاوت و ترجمہ کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ نیکی کے اعلیٰ معیار اس وقت ہی حاصل ہوتے ہیں جب تم خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ خرچ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ تم حقیقی نیکی کو جو نجات تک پہنچاتی ہے ہرگز پا نہیں سکتے بجز اس کے کہ تم خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ مال اور وہ چیزیں خرچ کرو جو تمہاری پیاری ہیں۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے اور حقیقی نیکی کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامُراد ہو سکتے ہو۔

یہ وہ مال خرچ کرنے کا ادراک ہے جو حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ جماعت پر اور ہر احمدی پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ آج کل دنیا کے معاشی حالات خراب سے خراب تر ہوتے جارہے ہیں۔ ترقی پذیر کا خاص طور پر اور ترقی یافتہ ممالک کا بھی اب وہ حال نہیں رہا۔ روس اور یوکرین کی جنگ نے بھی حالات کافی خراب کر دیے ہیں۔ پھر ان ملکوں کے سیاستدانوں کی کرپشن نے بھی بُرے حالات کر دیے ہیں لیکن اس کے باوجود احمدی اپنی مالی قربانی میں آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں۔

نومبر کے پہلے ہفتے میں تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان ہوتا ہے تو تحریک جدید کے حوالے سے ہی میں واقعات پیش کروں گا۔ صدر لجنہ ضلع لاہور نے لکھا کہ ایک مجلس میں تحریک جدید کے چندے کی طرف توجہ دلائی تو غربت کے باوجود عورتوں نے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کیں۔ نقد اور زیور کی صورت میں کئی لاکھ روپے دے دیے۔ غریب لوگ ہیں جو اپنا پیٹ کاٹ کر چندہ دیتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں نواز بھی دیتا ہے۔ امیر لوگ بھی سبق سیکھیں اور اپنی قربانیوں کے معیار کو بڑھائیں۔ حضور انور نے قربانی کرنے والوں کی چند مثالیں پیش کرنے کے بعد فرمایا آج پھر 19 سال پورے ہونے پر میں دفتر ششم کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔ اب نئے شامل ہونے والے نومبائعین بھی اور نئے پیدا ہونے والے بچے بھی دفتر ششم میں شامل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب میں نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔ تحریکِ جدید کا نواسیواں (89) سال 31/ اکتوبر کو اختتام پذیر ہوا اور اب ہم نوے ویں (90) سال میں داخل ہو رہے ہیں۔

تحریکِ جدید کے 89 سال کے اختتام پر جماعت ہائے احمدیہ عالَم گیر کو دورانِ سال 17.20/ ملین پاؤنڈ مالی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ۔ یہ وصولی گذشتہ سال کے مقابلے میں 7/ لاکھ 49/ ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔

دنیا کی پہلی دس پوزیشنیں: جرمنی، برطانیہ، کینیڈا، امریکہ، مڈل ایسٹ، بھارت، آسٹریلیا، انڈونیشیا، مڈل ایسٹ، گھانا۔ انڈیا کے دس صوبہ جات: کیرالہ، پھر تامل ناڈو، کرناٹک، تلنگانہ، جموں اور کشمیر، اڈیشہ، پنجاب، بنگال، دہلی، مہاراشٹرا۔

قربانی کے لحاظ سے دس جماعتیں: کوئمبٹور، قادیان، حیدرآباد، کالی کٹ، منجیری، میلاپالم، بنگلور، کلکتہ، کیرولائی، کیرنگ۔

خلاصہ خطبہ جمعہ 10؍نومبر 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، یوکے

آنحضرتؐ کی سیرت کے بعض واقعات کا تذکرہ

تشہد، تعوذ، اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آنحضرتؐ کی سیرت کے حوالے سے بدر کے فوری بعد کا مَیں ذکر کر رہا تھا۔ دو ہجری کے واقعات میں ایک جنت البقیع کے قیام کا ذکر ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں یہود اور دیگر قبائل سب کے اپنے اپنے قبرستان تھے۔ جب رسول اللہؐ مدینے پہنچے تو مسلمانوں کے لیے علیحدہ قبرستان کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ بقیع الغرقد کے قبرستان کو مسلمانوں کے لیے منتخب کیا گیا۔ اس قبرستان میں سب سے پہلے حضرت عثمان بن مظعونؓ مدفون ہوئے۔

آنحضرتؐ کو یہ اطلاع ملی کہ غطفان کی شاخ بنی ثعلبہ اور بنو محارب مسلمانوں کے خلاف ایک مقام پر جمع ہو رہے ہیں۔ اس پر آنحضرتؐ ساڑھے چار سو صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ماہ ربیع الاول تین ہجری میں یہ غزوہ پیش آیا۔ جب مسلمانوں نے مشرکین کی جانب پیش قدمی کی تو انہوں نے مقابلہ نہ کیا بلکہ ارد گرد کے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ اسی موقعے پر وہ مشہور واقعہ پیش آیا کہ جب آنحضرتؐ ایک درخت کے سائے میں استراحت فرما رہے تھے اور صحابہؓ اپنے کاموں میں مشغول تھے تو ایسے میں ایک شخص نے آپؐ پر تلوار سونت لی تھی۔ اس شخص نے پوچھا کہ اے محمد! اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ آپؐ وسلم نے فرمایا کہ اللہ۔ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔

اس غزوہ میں ایک واقعہ حضرت رقیہؓ کی وفات اور حضرت ام کلثومؓ کی شادی کا بھی ہے۔ حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد جب حضورؐ حضرت عثمانؓ سے ملے تو انہیں فرمایا کہ اللہ نے ام کلثومؓ کا نکاح رقیہ جتنے حق مہر اور حسنِ سلوک پر تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔ شادی کے تین دن بعد حضورِ اکرمؐ ام کلثومؓ کے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ اے میری پیاری بیٹی! تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ اس پر ام کلثومؓ نے کہا کہ عثمانؓ بہترین شوہر ہیں۔ حضرت ام کلثومؓ نو ہجری میں بیمار ہو کر وفات پا گئی تھیں۔ حضورِ اکرمؐ نے حضرت ام کلثومؓ کی وفات پر فرمایا کہ اگر میری کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو مَیں اس کی شادی بھی عثمانؓ سے کروا دیتا۔

ایک سریہ بنو سلیم ہے۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی تھی کہ بنو سلیم کی بڑی تعداد مسلمانوں کے خلاف جمع ہے۔ اس پر آنحضرتؐ تین سو صحابہؓ کے ہمراہ چھ جمادی الاولیٰ کو روانہ ہوئے۔ راستے میں بنو سلیم کا ایک آدمی ملا جس نے بتایا کہ بنو سلیم منتشر ہو گئے ہیں۔ تحقیق کرنے پر اس شخص کی اطلاع درست ثابت ہوئی۔ چنانچہ آنحضرتؐ واپس لوٹ آئے اور جنگ کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔

ایک سریہ زید بن حارثہ ہے۔ ایک دن صفوان بن امیہ نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ مسلمانوں نے ہمارا تجارتی مرکز شام تک جانا بند کر دیا ہے۔ ایک شخص نے مشورہ دیا کہ ساحل سمندر کا راستہ چھوڑ کر عراق کی طرف سے شام جایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ راستے کو جاننے والے ایک شخص کی مدد سے صفوان بن امیہ نے روانہ ہونے کا فیصلہ کیا اور قافلے نے تیاری شروع کر دی۔ یہ سریہ جمادی الآخر تین ہجری میں پیش آیا۔ یہ خبر حضورؐ تک پہنچ گئی۔ آپؐ نے ایک سو شہ سواروں کو حضرت زید بن حارثہؓ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔ یہ حضرت زیدؓ کا پہلا سریہ تھا جس میں آپ بطور امیر روانہ ہوئے اور کامیاب واپس لوٹے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ان تجارتی قافلوں کو اس لیے روکا جاتا تھا کیونکہ ان قافلوں سے ہونے والا نفع پھر مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوتا تھا۔ ان قافلوں کو روکنا اُس دور میں ایسے ہی تھا جیسے آج کل مختلف ممالک پر اقتصادی پابندیاں لگائی جاتی ہیں۔

اس وقت مَیں فلسطین کے لیے دوبارہ دعا کی تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ اب کم از کم اتنا ہوا ہے کہ بعض لوگ ڈرتے ڈرتے ہی سہی لیکن اس ظلم کے خلاف بولنا شروع ہوئے ہیں۔ بلکہ اب تو بعض یہودیوں نے بھی اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی ہے اور اپنی حکومت سے کہا ہے کہ کیوں ہمیں بھی بدنام کرتے ہو۔ اکثر بڑی حکومتیں اور سیاست دان بھی فلسطینیوں کے جانی نقصان کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے۔ ان کے اپنے مفادات ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ایک مدت تک ہی ڈھیل دیتا ہے۔ پھر یہ دنیا ہی نہیں بلکہ اگلا جہان بھی ہے، اس دنیا میں بھی پکڑ

ہوسکتی ہے اور اگلے جہان میں بھی ضرور پکڑ ہوگی۔ بہر حال ہمیں مظلوم فلسطینیوں کیلئے بہت دعا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان مظالم سے نجات دے۔ آمین

خلاصہ خطبہ جمعہ 17/ نومبر 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، یوکے

آنحضرتؐ کی سیرت کے بعض واقعات کا تذکرہ

تشہد، تعوذ، اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: گذشتہ خطبے کے آخر پر فرات بن حیان کے قبول اسلام کا ذکر ہوا تھا۔ وہ گرفتار ہو کر قیدیوں میں تھا۔ غزوہ بدر کے روز بھی وہ زخمی ہوا تھا لیکن کسی طرح قید سے بھاگ نکلا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اُسے دیکھتے ہی کہنے لگے کہ اب تو اپنے طرزِ عمل کو بدلو اور مسلمان ہو جاؤ۔ فرات بن حیان حضرت ابوبکرؓ کی بات سن کر رسول اللہؐ کی طرف چل پڑا اور ایک انصاری دوست کے پاس سے گزرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں مسلمان ہوں۔ اُس انصاری نے رسول اللہؐ کو کہا کہ اس نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ آپؐ نے اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ اب اگر یہ کہتا ہے کہ اس نے اسلام قبول کرلیا ہے تو پھر یہ اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے اور اس بات پر نبی کریمؐ نے اسے رہا کر دیا۔

جمادی الآخر کے مہینے میں آنحضرتؐ کو اطلاع موصول ہوئی کہ قریش کا ایک قافلہ نجدی راستے سے گزرنے والا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کے ملتے ہی زید بن حارثہؓ کی سرداری میں اپنے اصحاب کا ایک دستہ روانہ فرمادیا۔ زیدؓ نے نہایت ہوشیاری سے اپنے فرض کو ادا کیا اور نجد کے مقام قَرَدَہ میں ان کو جا دبایا۔ اس اچانک حملے سے گھبرا کر قریش کے لوگ مال و متاع چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زید بن حارثہؓ اور ان کے ساتھی کثیر مالِ غنیمت کے ساتھ بانیل و مرام واپس مدینے آگئے۔

ایک واقعہ کعب بن اشرف کے قتل کا ہے جو مدینے کے سرداروں میں سے تھا اور آنحضرتؐ کے معاہدے میں شامل تھا۔

بعد میں اس نے فتنہ پھیلانے کی کوشش کی جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ بخاری میں درج ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا؟ اُس نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کو سخت دکھ دیا ہے۔

محمد بن مسلمہؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں اُسے مار ڈالوں گا۔

وہ ایک عذر بنانے کی خاطر کعب کے پاس آئے اور کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے صدقہ مانگتے ہیں اور ہمیں مشقت میں ڈال دیا ہے۔ میں تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم سے اُدھار لوں۔ کعب نے کہا کہ وہ دن دُور نہیں جب تم اس شخص سے بیزار ہو کر اُسے چھوڑ دو گے۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ ہم نے اُس کی پیروی اختیار کرلی ہے اس لیے ہم اُسے نہیں چھوڑ سکتے۔ کعب نے کہا کہ پھر اپنی عورتیں یا بیٹے میرے پاس رہن رکھ دو۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ یہ ناممکن ہے البتہ ہم اپنی زرہیں رہن رکھ سکتے ہیں۔ اس پر کعب راضی ہوگیا اور محمد بن مسلمہؓ اور اُن کے ساتھی رات کو آنے کا وعدہ دے کر واپس چلے آئے۔ جب رات ہوئی تو یہ واپس کعب کے مکان پر پہنچے اور اُسے اُس کے گھر سے نکال کر ایک طرف کو لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد محمد بن مسلمہؓ یا ان کے کسی ساتھی نے کسی بہانے سے کعب کے سر پر ہاتھ ڈالا اور نہایت پُھرتی کے ساتھ اُس کو قابو کر کے اُسے قتل کر دیا۔

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ جب کعب کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو یہودیوں کے ایک وفد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ہمارا سردار اس طرح قتل کر دیا گیا ہے۔ آنحضرتؐ نے اجمالاً ان کو کعب کی عہد شکنی، تحریک جنگ، فتنہ انگیزی، فحش گوئی اور اپنے متعلق اُس کی سازش قتل وغیرہ کی کارروائیاں یاد دلائیں جس پر یہ لوگ ڈر کر خاموش ہو گئے اور اُن کی رضامندی کے ساتھ آئندہ کے لیے ایک نیا معاہدہ لکھا گیا۔ یہود نے مسلمانوں کے ساتھ امن و امان کے ساتھ رہنے اور فتنہ و فساد کے طریقوں سے بچنے کا از سرِ نو وعدہ کیا۔

تاریخ میں کسی جگہ مذکور نہیں کہ اس کے بعد یہودیوں نے کبھی کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کر کے مسلمانوں پر الزام قائم کیا ہو کیونکہ ان

کے دل محسوس کرتے تھے کہ کعب اپنی مستحق سزا کو پہنچا ہے۔

بعض مؤرخین اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے یہ ایک ناجائز قتل کروایا لیکن واضح ہو کہ یہ ناجائز قتل نہیں تھا کیونکہ کعب بن اشرف آنحضرتؐ کے ساتھ باقاعدہ امن کا معاہدہ کر چکا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرنا تو درکنار رہا اُس نے اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ بیرونی دشمن کے خلاف مسلمانوں کی امداد کرے گا اور مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے گا لیکن اُس نے مسلمانوں سے غداری کی اور مدینہ میں فتنہ وفساد کا بیج بو کر جنگ کی آگ مشتعل کرنے کی کوشش کی اور آنحضرتؐ کے قتل کے منصوبے کیے۔ اس کے جرموں کا مجموعہ ایسا تھا کہ اس کے خلاف یہ تعزیری قدم اُٹھایا گیا۔ چنانچہ آج کل کے مہذب کہلانے والے ممالک میں بغاوت، عہد شکنی، اشتعال، جنگ اور سازش کے مجرموں کو سزا دی جاتی ہے تو پھر اعتراض کس چیز کا؟ پھر آج کل فلسطین اور اسرائیل کے درمیان اس سے بھی بڑھ کر ہو رہا ہے جو کئی لحاظ سے جائز بھی نہیں۔

دوسرا سوال خاموشی سے اس کے قتل کے طریق کا ہے۔ عرب میں اُس وقت ہر شخص اور قبیلہ آزاد اور خود مختار تھا۔ ایسی صورت میں وہ کون سی عدالت تھی جہاں کعب کے خلاف مقدمہ دائر کر کے باقاعدہ قتل کا حکم حاصل کیا جاتا؟ معاہدہ کی رُو سے آنحضرتؐ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جملہ تنازعات اور اُمورِ سیاسی میں جو فیصلہ مناسب خیال کریں صادر فرمائیں۔

اس عرصہ میں حضرت حفصہؓ کی دوسری شادی بھی ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام حفصہؓ تھا۔ وہ ایک مخلص صحابی خنیس بن حذافہؓ کے عقد میں تھیں جو جنگ بدر سے واپس آکر ایک بیماری سے جانبر نہ ہو سکے اور وفات پا گئے۔ شعبان ۳؍ہجری میں حضرت حفصہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آکر حرم نبویؐ میں داخل ہو گئیں۔ اُن کی وفات کم و بیش تریسٹھ سال کی عمر میں ۴۵؍ہجری میں ہوئی۔

۲؍ہجری کے واقعات میں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے نکاح کا ذکر گزر چکا ہے۔ اُن کے ہاں رمضان ۳؍ہجری میں یعنی نکاح کے دس ماہ بعد ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام آنحضرتؐ نے حسنؓ رکھا اور جن کے متعلق ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ میرا یہ بچہ سیّد یعنی سردار ہے اور ایک وقت آئے گا کہ خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ چنانچہ اپنے وقت پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔

حضور انور نے خطبہ کے اختتام پر فلسطین کے مسلمانوں کیلئے دعا کی مکرر تحریک فرمائی۔

خلاصہ خطبہ جمعہ 24؍نومبر 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، یوکے

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض اور زمانہ کو مصلح کی ضرورت

تشہد، تعوذ، اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تحریرات اور اپنے ارشادات میں بے شمار جگہوں پر اپنے آنے کی غرض اور اس زمانے میں کسی مصلح کے آنے کی ضرورت کا بیان فرمایا ہے۔

حضورؑ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ آپ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنا عین وقت کی ضرورت تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اتمام حجت کے لیے مَیں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے اس زمانے کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راست بازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملے سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ سوائے حق کے طالبو! سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ وہی وقت نہیں ہے جس میں اسلام کے لیے آسمانی مدد کی ضرورت ہے۔ اسی طرح کسی آنے والے کی صداقت کو پرکھنے کا معیار بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: کسی شخص کے سچا ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کی کھلی کھلی خبر کسی آسمانی کتاب میں موجود بھی ہے۔ اگر یہ شرط ضروری ہے تو کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہو گی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کے دعویٰ نبوت پر سب سے پہلے زمانے کی ضرورت دیکھی جاتی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ مقرر کردہ وقت پر آیا ہے کہ نہیں۔ پھر یہ

بھی دیکھا جاتا ہے کہ خدا نے اس کی تائید کی ہے یا نہیں۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ دشمنوں نے جو اعتراض اٹھائے ہیں ان اعتراضات کا پورا پورا جواب بھی دیا گیا یا نہیں۔

جب یہ تمام باتیں پوری ہو جائیں تو مان لیا جائے گا کہ وہ انسان سچا ہے ورنہ نہیں۔ اب صاف ظاہر ہے کہ زمانہ اپنی زبانِ حال سے فریاد کر رہا ہے کہ اس وقت اسلامی تفرقہ کے دُور کرنے کے لیے اور بیرونی حملوں سے اسلام کو بچانے کے لیے اور دنیا میں گم گشتہ روحانیت کو دوبارہ قائم کرنے کے لیے بلاشبہ ایک آسمانی مصلح کی ضرورت ہے۔ جو دوبارہ یقین بخش کر ایمان کی جڑوں کو پانی دیوے اور اس طرح پر بدی اور گناہ سے چھڑا کر نیکی اور راستبازی کی طرف رجوع دیوے۔ سو عین ضرورت کے وقت پر میرا آنا ایسا ظاہر ہے کہ مَیں خیال نہیں کر سکتا کہ بجز متعصب کے کوئی اس سے انکار کر سکے۔ اور دوسری شرط یعنی یہ دیکھنا کہ نبیوں کے مقرر کردہ وقت پر آیا ہے کہ نہیں، یہ شرط بھی میرے آنے پر پوری ہو گئی۔ کیونکہ نبیوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ جب چھٹا ہزار ختم ہونے کو ہو گا تب وہ مسیح موعود ظاہر ہو گا۔ سو قمری حساب کی رو سے چھٹا ہزار جو حضرت آدم کے وقت سے لیا جاتا ہے مدت ہوئی جو ختم ہو چکا ہے اور شمسی حساب کی رو سے چھٹا ہزار ختم ہونے کو ہے۔ ماسوائے اس کے ہمارے نبی نے فرمایا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا جو دین کو تازہ کرے گا اور اب اس چودھویں صدی میں سے اکیس سال گزر چکے ہیں اور بائیسواں گزر رہا ہے۔ کیا یہ اس بات کا نشان نہیں کہ مجدد آ گیا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ غیر لوگ مانیں یا نہ مانیں، ہمارے مخالفین حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ لیکن یہ تو خود بھی پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اسلام میں کسی مہدی اور مصلح کی ضرورت ہے جو اسلام کی کشتی کو سنبھالے۔ لیکن جو آنے والا ہے، جو پیش گوئیوں کے مطابق آیا، جو وقت کی ضرورت کے مطابق آیا، اس کو ماننے کو تیار نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف دعویٰ ہی پیش نہیں کیا بلکہ اس دعوے کے ساتھ بے شمار نشانات بھی ظاہر فرمائے ہیں۔ ایک جگہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آج سے تئیس برس پہلے براہین احمدیہ میں الہام موجود ہے کہ لوگ کوشش کریں گے کہ اس سلسلے کو مٹا دیں اور ہر ایک مکر کام میں لائیں گے مگر مَیں اس سلسلے کو بڑھاؤں گا اور کامل کروں گا اور وہ ایک فوج ہو جائے گی اور قیامت تک ان کا غلبہ رہے گا اور مَیں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک شہرت دوں گا اور جو قدر جو قدر لوگ دُور سے آئیں گے اور ہر ایک طرف سے مالی مدد آئے گی اور مکانوں کو وسیع کرو کہ یہ تیاری آسمان پر ہو رہی ہے۔

اب دیکھو! کس زمانے کی یہ پیش گوئی ہے جو آج پوری ہوئی جو آنکھوں والے ہیں ان کو دیکھ رہے ہیں مگر جو اندھے ہیں ان کے نزدیک ابھی تک کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ آج بھی جماعت احمدیہ کی ترقی اور لوگوں کا لاکھوں کی تعداد میں جماعت میں شامل ہونا، قربانیوں میں بڑھنا آپ کی سچائی کا ثبوت ہے۔

آج دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں آپؑ کا پیغام نہ پہنچا ہو۔ جہاں آپؑ کے پیغام کی وجہ سے سعید روحوں کو اسلام کی طرف توجہ پیدا نہ ہوئی ہو۔ بلکہ بعض جگہ ایسے واقعات ہیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے خود لوگوں کی راہ نمائی فرمائی اور وہ جماعت میں شامل ہوئے۔ مخالفین کی مخالفت کے باوجود افراد جماعت کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے مضبوط فرمایا اور فرماتا چلا جا رہا ہے۔ آج بھی جو ہم یہ الٰہی تائیدات کے نظارے دیکھ رہے ہیں یہ ایک احمدی کے لیے مضبوطیٔ ایمان کا ذریعہ ہیں۔

اس کے بعد حضورِ انور نے دنیا بھر سے سعید فطرت لوگوں کے قبولِ حق اور ایمان و ایقان میں ترقی کے مختلف واقعات بیان فرمائے۔

بعدہٗ حضورِ انور نے فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے لیے دعا کی مکرر تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ فلسطینیوں کے لیے دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس ظلم سے نجات دے۔ کہتے ہیں کہ اب چند دن کے لیے جنگ بندی ہے تا کہ ضروریاتِ زندگی کی مدد پہنچ سکے۔ مگر اس کے بعد کیا ہو گا؟ مدد پہنچا کر پھر ان کو ماریں گے؟ اسرائیل کی حکومت کے ارادے تو خطرناک لگتے ہیں۔ بڑی طاقتیں بظاہر ہمدردی کی باتیں تو کرتی ہیں، لیکن انصاف کرنا نہیں چاہتیں۔ ان ملکوں کے عقل مند بھی اب کہنے لگ گئے ہیں کہ یہ جنگ صرف اس خطے تک محدود نہیں رہے

گی بلکہ ان ممالک تک بھی پہنچ جائے گی۔ مسلمان حکومتیں اب کچھ بولنا شروع ہوئی ہیں۔ سعودی بادشاہ نے بھی کہا ہے کہ مسلمانوں کی ایک آواز ہونی چاہیے۔

پس مسلمانوں کو ایک آواز بنانا پڑے گی، اس کے لیے ٹھوس کوشش کرنی پڑے گی۔ اگر یہ احساس پیدا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں اسے عملی جامہ پہنانے کی بھی توفیق عطا فرمائے آمین۔ آخر پر حضورِ انور نے پانچ مرحومین کا ذکرِ خیر کیا اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

❁❁❁

Love For All Hatred For None
Nasir Shah (Prop.)
Gangtok, Sikkim
Watch Sales & Service
All kind of Electronics
Export & Import Goods &
V.C.D. and C.D. Players
are available here
Near Ahmadiyya Muslim Mission
Gangtok, Sikkim
Ph.: 03592-226107, 281920

Asifbhai Mansoori 9998926311
Sabbirbhai 9925900467
LOVE FOR ALL
HATRED FOR NONE
Your's
CAR SEAT COVER
Mfg. All Type of Car Seat Cover
E-1 Gulshan Nagar, Near Indira Nagar
Ishanpur, Ahmadabad, Gujrat 384043

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط
وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (البقرہ:255)

AHMAD FRUIT AGENCY
Commission & Forwarding Agents :
Asnoor, Kulgam (Kashmir)
Hqrt. Dar Fruit Co.
Kulgam
B.O. Ahmad Fruits
Mobiles : 9622584733,7006066375,9797024310

Prop : Mohammed Yahiya Ateeq
Cell : 9886671843
ಐ ಮೊಬೈಲ್ಸ್
I MOBILES
Authorised Service centre of
LAVA
itel
INTEX
XOLO the next level
Infinix The future is Now!
TECNO Mobile
spice
1st Floor Kallur Complex, Gandhi Chowk Yadgir - 585201.

سیرت حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(دربار شاہی سے دربار شاہی تک)

(محمد کلیم خان مبلغ انچارج مڈیکری صوبہ کرناٹک)

ایمانیت کے لحاظ سے سب سے مقدم اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان لانا ہے۔ پھر ترتیب کے لحاظ سے ملائکہ پھر کتب سماوی پھر رسل پھر تقدیر وغیرہ۔ مگر انبیاء و رسل علیہم السلام ہی واحد جز ہیں جو بشر کے مثیل ہیں۔

(قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ۔۔۔ الکہف آیت 111)

بشر انسان ہی وہ مخلوق ہیں جس کا مقام کوئی خاص مقرر نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو آزادی دی گئی ہے۔ چاہے تو یوں کرے اور چاہے تو یوں نہ کرے۔ اس کے علم کے لئے Options کھلے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق جو غیر از بشر ہیں ان کے مقامات مقرر ہیں۔

بشر انسان کو Option دینے کے بعد خاص اس کی بھلائی کے لئے کسی غیر بشر کو نمونہ حاصل کرنے کے لئے مکلف نہیں کیا گیا۔ البتہ انبیاء و رسل جو مثل بشر ہیں۔ ان ہی کو نقل کر کے اپنا لائحہ عمل بنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

چنانچہ یہ جنس یعنی بشر کو عبد بنانے کے لئے پیدا کرتے ہوئے کسب اعمال کے لئے Flexibility کی آزادی بھی دی گئی ہے۔ اس کے نتیجہ میں یہ بشر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہوئے بلندی کی اس حد تک پہنچ جاتا ہے جہاں تک حضرت جبرائیل بھی نہیں پہنچ سکے۔ پھر دوسری طرف عبد بننے کی مخالف سمت پر چلتے چلتے یہاں تک پہنچ جاتا ہے جہاں تک شیطان لعین بھی نہیں پہنچتا۔

پس یہی بشر مقام ''قاب قوسین'' تک پہنچ سکتا ہے۔ اور یہی بشر اسفل السافلین کی حد تک بھی پہنچ جاتا ہے۔

اب بشر انسان کے لئے رہنما ایک ''بشر'' ہی ہوا۔ جسے نبی و رسل کہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر ایسی ہے کہ چاہے تو بیک وقت ایک واحد نبی بھیجے یا چاہے تو بیک وقت ایک سے زیادہ نبی بھیجے، یا چاہے تو لمبا عرصہ ''نبی'' کے وجود سے خالی بھی چھوڑ دے۔

بنی نوع انسان سے ہزاروں ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والا خدا از راہ کرم بشر انسان کے لئے نبوت کی برکات کو خلافت کی برکت سے لمبا کر دیتا ہے۔ اور خلافت کے منصب پر فائز ہونے والے بھی خود بشر ہی ہوتے ہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے لئے میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت بھی قابل تقلید ہے۔ اور یہی ''میزان'' بھی کہلا سکتے ہیں۔ کیوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ملی ہوئی ہوتی ہے۔

انبیاء کرام اور خلفائے راشدین معصوم ہوتے ہیں۔ اور اسی مضمون کو تفصیل کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب خلافت علیٰ منہاج النبوۃ میں ذکر فرمایا ہے۔

''تمام انبیاء مامور بھی ہوتے اور خدا کے قائم کردہ خلیفہ بھی۔ جس طرح ہر انسان ایک طور پر خلیفہ ہے اسی طرح انبیاء بھی خلیفہ ہوتے ہیں مگر ایک وہ خلفاء ہوتے ہیں جو کبھی مامور نہیں ہوتے۔ گو اطاعت کے لحاظ سے ان میں اور انبیاء میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اطاعت جس طرح نبی کی ضروری ہوتی ہے ویسے ہی خلفاء کی ضروری ہوتی ہے۔ ہاں ان دونوں اطاعتوں میں ایک امتیاز اور فرق ہوتا ہے مگر خلیفہ کی اطاعت اس لئے نہیں کی جاتی کہ وہ وحی الٰہی اور تمام پاکیزگی کا مرکز ہوتا ہے بلکہ اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ تنفیذ وحی الٰہی اور تمام نظام کا مرکز ہے۔

اسی لئے واقف اور اہل علم لوگ کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کو عصمت کبری

حاصل ہوتی ہے اور خلفاء کو عصمت صغریٰ...''

(خلافت علیٰ منہاج النبوۃ جلد سوم صفحہ 61 مطبوعہ قادیان)

اس پس منظر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود بھی خلفاء راشدین کے زمرہ میں آتا ہے۔ فی الوقت چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے قابل تقلید اسوہ کا علم ہوتا ہے۔ صاحب عصمت (صغریٰ) حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں ایک دور ایسا آیا جب آپ آزاد تھے۔ یعنی کسی کی بیعت کا اثر نہیں تھا۔ پھر دوسرا دور ایسا آیا ہے جب آپ نے حضرت امام الزمان علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہو کر اپنی چال چلن کا عظیم ترین نمونہ پیش فرمایا۔

پہلے دور میں آپ اپنے علم و ہنر سے صاحب روزگار تھے۔ اور اس سے اپنے اور اپنے متعلقین کی کفالت فرماتے تھے۔ اس مرحلہ میں آپ کو ایک شہر پنڈ دادن خان کے ایک اسکول میں ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے سرکاری ملازمت ملی تھی۔ اور جہاں تک ملازمت کا سوال ہے وہاں کارکنان کے اوپر افسران بھی ہوا کرتے تھے۔ اور افسر سے واسطہ پڑنے پر کارکنان کا ردعمل زیر غور رہتا ہے کہ کس طرح شرعی امور کو مدنظر رکھتے ہوئے پیش آمدہ صورتحال پر سلوک کیا جانا چاہیئے۔ چنانچہ اسی دور ہیڈ ماسٹری کا ایک سبق آموز واقعہ ہے جسے کتاب (حیات نور صفحہ 15,16) اور تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 32 میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے بیان سے محفوظ کیا گیا ہے۔ مگر ایک غیر از جماعت اخبار کی شہادت یہاں نقل کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اخبار پرچم لایلپور فروری 1959 میں یہ عجیب واقعہ شائع ہوا ہے۔ جسے ماہانہ الفرقان ربوہ مارچ 1959 کے حوالے سے درج کیا جاتا ہے۔

''سب سے پہلے قادیانی خلیفہ مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کے خاص مصاحبین میں سے ایک نباض کامل حکیم نورالدین صاحب بھیروی تھے۔ جن کا طب کی دنیا میں کافی اعزاز ہے۔ حکیم صاحب مرحوم کچھ عرصہ تک مدرس بھی رہے۔ ان دنوں انسپکٹر صاحبان گھوڑوں پر سوار ہو کر دوروں پر اسکولوں میں آیا کرتے تھے۔ ایک روز انسپکٹر صاحب وارد اسکول ہوئے۔ اور اس خیال سے کہ ہیڈ ماسٹر چل کر آئے۔ اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر مجھے اتارے۔ صدر بیرونی دروازہ پر آکر رک گئے۔ اتفاقاً مولوی صاحب (ہیڈ ماسٹر) اس وقت کھانا کھا رہے تھے انہوں نے بھی دیکھ لیا کہ انسپکٹر صاحب باہر گھوڑے پر سوار کھڑے ہیں۔ لیکن کھانا کھانے کے دوران میں اٹھنا آداب طعام کے خلاف تھا۔ آپ نے چپڑاسی کو دوڑایا کہ باگ دوڑ کر پکڑو اور صاحب کو لے آو۔

انسپکٹر صاحب خیر مقدم کے وقت تنہا چپڑاسی کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے۔ اور کرخت لہجے میں بولے ''ابے مولوی کہاں ہے'' جواب ملا حضور کھانا کھا رہے ہیں۔ ''وہ دیکھ نہیں رہا کہ میں آچکا ہوں'' جاؤ۔۔۔ یہ کہہ کر بدستور زین پر ڈٹے رہے اور نہ اترے۔ مولوی صاحب نے کمال اطمینان سے کھانا کھایا۔ ہاتھ منہ دھو کر کلی وغیرہ سے فارغ ہو کر کہیں آدھ پون گھنٹہ کے بعد دروازے پر پہنچے۔ انسپکٹر صاحب اسی طرح کسے بیٹھے تھے۔ علیک سلیک ہوئی انسپکٹر صاحب کو گھوڑے سے اتارا اور اسکول کے ہال کمرے میں لائے۔ غصہ میں شرابور انسپکٹر نے کرسی پر بیٹھتے ہی فرمایا کہ '' میرا پتہ ہے میں آپ کی سند کے ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا ہوں۔''

مولوی صاحب خاموش رہے۔ اور چند منٹوں بعد ''پانچ منٹ اجازت'' کہہ کر ملحقہ کمرے میں آئے۔ سوٹ کیس میں سے اپنی سند نکالی اور خود ہی پرزوں میں تقسیم کر کے صاحب تک پہنچے۔ یہی کام تھا جس کے متعلق مجھے دھمکی دے رہے تھے یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں اور آپ سے بہترین طریق پر کر سکتا ہوں۔ اب آپ اسکول میں بیٹھیں میں جا رہا ہوں۔

انسپکٹر صاحب ہکا بکا رہ گئے کہ اتنی عزت نفس کے مالک مدرس سے پالا پڑا۔ اب انسپکٹر صاحب منتیں کر رہے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب بہ مصداق:

''برو ایں دام بر مرغ دگر نہ کہ عنقا را بلند است آشیانہ''

بالکل نہیں مان رہے تا کہ آنکہ اس خوش آمد پسند افسر کے منہ پر خود

داری کا زبردست طمانچہ رسید کرتے ہوئے یہ جا وہ جا اسکول کی چار دیواری کو پھاند گئے۔ (الفرقان مارچ 1959 صفحہ 7)

ملازمت اور روزی کے حوالے سے حاکم وقت سے غیرت مندانہ سلوک۔ دربار شاہی میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ نمونہ قابل تقلید ہے۔ پھر ایک اور واقعہ بھی عجیب گزرا کہ کشمیر کے ایک رئیس تھے جن کے دربار کا واقعہ یوں لکھا ہے۔

''ایک مرتبہ ایک بہت بڑا ڈاکٹر کشمیر میں ایک رئیس کے ہاں مدعو تھا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حسن اتفاق سے وہاں جا نکلے۔ وہاں عورت و مرد کی مساوات پر گفتگو ہو رہی تھی اور وہ ڈاکٹر صاحب مساوات پر بہت زور دے رہے تھے۔ حضرت مولوی صاحب نے پوچھا کیا آپ کے ہاں اولاد ہے؟ موصوف نے کہا کہ ہاں۔ تین سال کا ایک لڑکا موجود ہے۔ یہ معلوم کر کے آپ بلا تامل اٹھے اور ڈاکٹر صاحب کی چھاتیاں ٹٹولنا شروع کر دیں۔ ڈاکٹر حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آخر اس نے اپنے میزبان رئیس سے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ اور انہوں نے ایسی بے جا حرکت کیوں کی ہے؟ اس رئیس نے کہا کہ یہ بہت بڑے آدمی ہیں۔ میری کیا مجال ہے کہ میں ان سے کچھ دریافت کر سکوں۔ آپ نے بلا انتظار فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب! آپ نے ابھی عورت و مرد میں مساوات کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ کی جورو تو بچہ جن چکی۔ اب آپ کی باری ہے۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا آپ بچہ جننے کے لئے تیار ہیں؟ اگر نہیں تو مساوات کیسی؟ یہ سنکر وہ ڈاکٹر صاحب ششدر رہ گئے۔ اور اس رئیس نے قہقہ مار کر ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ جواب دو۔ ڈاکٹر صاحب نے کھسیانہ ہو کر کہا واقعی ہماری غلطی ہے۔ ہم بلا سوچے سمجھے یورپ کی تقلید کرتے ہیں۔ (حیات نور صفحہ 109)

دنیوی حیثیت والے بادشاہوں کے واقعات میں سے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صرف انہی دو سبق آموز واقعات پر اکتفاء کرنے کے بعد آسمانی بادشاہ کے دربار میں اس خلیفہ راشد کے ردعمل کے واقعات میں سے صرف چند کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کی زندگی دنیا کے لحاظ سے شان رکھنے والے دربار شاہی میں کچھ گزری پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے روحانی شان والے دربار شاہی میں لانے کا موقعہ عنایت فرمایا۔ ''امن کا شہزادہ''

مامور الٰہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دربار میں حاضری کے واقعہ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ

''چونکہ لوگ براہین احمدیہ سے واقف ہوتے جاتے تھے آپ کی شہرت بڑھتی جاتی تھی۔ اور یہ براہین احمدیہ ہی تھی جسے پڑھ کر وہ عظیم الشان انسان کی لیاقت اور علمیت کے دوست دشمن قائل تھے اور جس حلقہ میں وہ بیٹھتا تھا خواہ یورپینوں کا ہو یا دیسیوں کا اپنی لیاقت کا سکہ ان سے منوایا تھا۔ آپ کا عاشق و شیدا ہو گیا۔ اور باوجود خود ہی ہزاروں ہزاروں کا معشوق ہونے کے آپ کا عاشق ہونا اس نے اپنا فخر سمجھا۔ میری مراد استاذی المکرم حضرت مولانا نورالدین صاحب سے ہے۔ جو براہین احمدیہ کی اشاعت کے وقت جموں میں مہاراجہ صاحب کے خاص طبیب تھے۔ انہوں نے وہاں ہی براہین احمدیہ پڑھی اور ایسے فریفتہ ہوئے کہ تادم مرگ حضرت صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 349)

اب اس روحانی دربار شاہی میں آپ کے آداب کے واقعات بہت سارے محفوظ بھی ہیں۔ ان میں سے صرف چند کا ہی ذکر کیا جا سکتا ہے۔ کچھ ایسے واقعات ہیں جب بنفس نفیس حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود موجود رہے اور کچھ ایسے واقعات ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیوبت میں رونما ہوئے۔ دونوں وقتوں میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادب اور احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔

دربار شاہی میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آداب اور احترام کے انداز کے بارے میں ایک چشمدید گواہ حضرت بھائی عبدالرحمن قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے فدائیت اور خاکساری کا

تو یہ عالم تھا کہ میں نے اپنی تیرہ سالہ زندگی میں جو محض خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسیح پاک علیہ السلام کے قدموں میں گزارنے کا موقعہ مجھے دیا کبھی نہیں دیکھا کہ آپ حضور کی مجلس میں آگے بڑھ کر بیٹھے ہوں بلکہ عموماً سب سے پیچھے جوتیوں میں بیٹھ جایا کرتے اور جب ہم لوگ جگہ چھوڑ کر آگے بڑھنے کے لئے عرض کرتے تو فرمایا کرتے میرا مقام یہی ہے۔ تم جہاں بیٹھے ہو بیٹھو۔ حتیٰ کہ متعدد مواقع پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو مخاطب ہو کر فرماتے کہ مولوی صاحب آگے تشریف لائیں۔ اور آپ الامر فوق الادب کے ماتحت تعمیل ارشاد کرتے۔'' (اخبار بدر قادیان 15 ستمبر 1956)

ایک اور واقعہ کا ذکر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ جب ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار تھا (اور اسی بیماری میں فوت ہوگیا) اور اس کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو غالباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے ہاتھ ہی حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا۔ اس وقت مبارک احمد کی چارپائی دارالمسیح کے صحن میں بچھی ہوئی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔ حضرت خلیفہ اول تشریف لائے۔ مبارک احمد کو دیکھا۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بات کرنے کے لئے ایک سیکنڈ کی جھجک اور تامل کے بغیر چارپائی کے ساتھ صحن میں ہی ننگی زمین یعنی فرش خاک پر بیٹھ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شفقت سے فرمایا کہ مولوی صاحب چارپائی پر بیٹھیں۔ اس وقت بس یہی ایک چارپائی تھی۔ جس پر مبارک احمد لیٹا ہوا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے تھے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرک کر چارپائی کے قریب ہوگئے۔ اور ایک ہاتھ چارپائی کے ایک کنارے پر رکھ کر بدستور فرش پر بیٹھے بیٹھے عرض کیا۔ حضرت میں ٹھیک بیٹھا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر محبت کے ساتھ فرمایا اور اس دفعہ غالباً حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر فرمایا کہ مولوی صاحب یہاں میرے ساتھ چارپائی پر بیٹھیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناچار اٹھے اور چارپائی کے ایک کنارے پر اس طرح جھک کر بیٹھ گئے کہ بس شاید چارپائی کے ساتھ آپ کا جسم چھوتا ہی ہوگا۔ یہ نظارہ میری آنکھوں دیکھے کا ہے اور ترتالیس سال گزر جانے کے باوجود میرا دل ابھی تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بے نظیر شفقت اور حضرت خلیفہ اول کے اس بے نظیر ادب و تواضع سے اس درجہ متاثر ہے کہ گویا یہ کل کا واقعہ ہے۔ اور دراصل یہ ادب اور تواضع ہی حقیقی تصوف کی جان ہے۔''

(الفضل 6 دسمبر 1950 بحوالہ مضامین بشیر جلد 2 صفحہ 1053)

دربار شاہی میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسیح الاول کی سیرت کے مندرج نمونے تو آپ کی شان جمال کو ظاہر کرتے ہیں۔ مگر آپ کی شان جلال کے نمونے بھی بے مثال ہے۔ چند نمونے درج کئے جارہے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کسر شان میں کوئی بات کبھی بھی ہوتی تو فوراً آپ اپنے آقا کے دفاع کے لئے شیر نر بن جایا کرتے تھے۔

چنانچہ مسجد مبارک کی توسیع (1907) کے وقت کا واقعہ ہے کہ افسر تعمیرات حضرت میر ناصر نواب احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک افسر دفتر مولوی محمد علی صاحب مرحوم کا اختلاف ہوگیا تو مذکورہ مولوی محمد علی صاحب کے خلاف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حضرت میر ناصر نواب احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکایت کر دی۔

بس اس واقعہ سے مولوی محمد علی صاحب مرحوم اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ اپنے خلاف اس شکایت کو سن کر قادیان چھوڑ کر بھاگ جانے کی دھمکی دے دی تھی۔ جب اس معاملہ کا علم حضرت اقدس کو ہوا تو از راہ احسان اور دلداری مولوی محمد علی صاحب کے رہائشی کمرہ کو حضرت اقدس خود بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ مگر حضور کے ساتھ کئی اور دوستوں سمیت حضرت خلیفہ اول بھی وہاں چلے گئے۔ اس دربار (شاہی) میں مولوی محمد علی صاحب نے اپنے غصہ کا اظہار اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ

’’ہم لوگ تو یہاں حضور کی دعائیں لینے کے لئے آئے ہیں اگر اس قسم کی شکایتیں حضور کے پاس ہونے لگیں تو آخر حضور بھی تو انسان ہیں شکایت سن کر بجائے دعا کے بد دعا ہو گی۔‘‘

حضرت مولوی صاحب (خلیفہ اول) نے فرمایا کہ انسان تو ہیں لیکن خدا کے نبی اور مامور ہیں۔مولوی محمد علی صاحب نے تین دفعہ یہ لفظ دہرائے۔حضرت مولوی (خلیفہ اول) صاحب بھی ان الفاظ کو سن کر اس بات کو دہراتے تھے کہ انسان تو ہیں لیکن خدا کے نبی اور مامور ہیں۔ (روایت حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ ریویو آف ریلیجنز اردو جولائی 1942 صفحہ 34,35)

حضرت مسیح موعودؑ کے شاہی دربار میں خود موجودگی کے حالات کے چند نمونے پیش کرنے کے بعد ایک اور واقعہ ایسا پیش کیا جاتا ہے جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے غائبانہ میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت والا ردعمل ظاہر کرتا ہے جس سے آپ کے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احترام کے لئے غیرت کا اظہار ہوتا ہے۔چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

’’ایک دفعہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کے رشتہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشورہ کیا۔حضور نے ایک رشتہ کی سفارش فرمائی لیکن اس شخص کو کسی وجہ سے اس پر تسلی نہ ہوئی۔حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہو کر اس نے عرض کیا کہ حضرت صاحب نے فلاں رشتہ تجویز فرمایا ہے مگر میرا دل تسلی نہیں پاتا۔آپ نے بے ساختہ فرمایا خدا کی قسم اگر حضرت صاحب میری اکلوتی لڑکی امۃ الحئی کے متعلق فرماویں کہ اسے چوہڑے سے بیاہ دو تو مجھے ایک سکنڈ کے لئے بھی تامل نہ ہو۔ہمارا خدا بھی کتنا نکتہ نواز ہے اس نے حضرت خلیفہ اول کی اس بات کو زمین سے اٹھا کر اپنی رحمت کے دامن میں جگہ دی۔اور بالآخر یہی لڑکی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی بن کر دار المسیح میں داخل ہو گئی۔بعض اوقات ہمارے خدا کا بھی کیسا نقد بنقد سودا ہوتا ہے۔‘‘

(مضامین بشیر جلد 2 صفحہ 1052 تا 1053)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔جیسا کہ پہلے مولوی محمد علی صاحب کے واقعہ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔اسی طرح کی فطرت کا ایک اور شخص ڈاکٹر عبد الحکیم ہوا کرتا تھا۔جو نہ صرف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مخلص مرید تھا بلکہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ بھی کرتا تھا۔جسے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام پسند فرماتے تھے۔اپنے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تابعداری میں حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ بھی اس مرید ڈاکٹر عبد الحکیم سے بہت محبت رکھتے تھے بلکہ یہ ڈاکٹر خود بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔مگر جب بدقسمتی سے یہی شخص اپنے موقف کو تبدیل کر لیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سمجھانے پر بھی سر تسلیم خم نہ کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت نے کیا کیا وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ

’’حضرت خلیفہ اولؓ کے متعلق مجھے یاد ہے کہ وہ عبد الحکیم مرتد پٹیالوی سے جب وہ احمدی تھا بہت محبت کیا کرتے تھے۔اور وہ بھی آپ سے بہت تعلق رکھتا تھا یہاں تک کہ جب اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کی تو اس وقت بھی اس نے یہی لکھا کہ آپ کی جماعت میں سوائے حضرت مولوی نور الدین صاحب کے اور کوئی نہیں جو صحابہ کا نمونہ ہو۔یہ شخص بیشک ایسا ہے جو جماعت کے لئے قابل فخر ہے۔عبد الحکیم پٹیالوی نے ایک تفسیر بھی لکھی تھی اور اس میں بہت کچھ حضرت خلیفہ اولؓ سے پوچھ کر لکھا تھا۔لیکن جب عبد الحکیم نے اپنے ارتداد کا اعلان کیا تو میں نے دیکھا آپ نے اپنے شاگردوں کو بلایا۔اور ان سے فرمایا جاؤ۔اور جلدی جاؤ میرے کتب خانہ میں سے عبد الحکیم کی تفسیر نکال دو۔ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے مجھ پر خدا کی ناراضگی نازل ہو۔حالانکہ وہ قرآن کریم کی تفسیر تھی۔اور بہت سی آیات کی تفسیر اس نے خود آپ سے پوچھ کر لکھی تھی۔اس وجہ سے اس پر خدا کا غضب نازل ہوا۔اس کی لکھی ہوئی تفسیر کو بھی آپ نے اپنے کتب خانہ سے نکلوا دیا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 507 & 508)

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کا وجود ہمہ گیر خوبیوں کا مرقع تھا دینی و دنیاوی شان والے درباروں میں آپ کی سیرت چھلک کر نکلتی رہی۔ ادھر اپنے وجود کو روحانی بادشاہ آقا کے سامنے اپنے آپ کو مٹا ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو خود ایسا نوازا کہ دیکھنے والے حیرت زدہ رہ گئے۔ پس واقعہ کو حکایت عن الغیر کے طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بیان فرمایا کہ

آج ہی مجھے میرے نائی نے ایک لطیفہ سنایا۔ اس نے بتایا کہ میں میاں عبدالمنان صاحب کی حجامت بنانے گیا تو انہوں نے کہا کیا تم ڈر گئے کہ حجامت بنانے نہ آئے یا تمہیں کسی نے روکا تھا؟ میں نے کہا مجھے تو کوئی ڈر نہیں اور نہ مجھے کسی نے روکا۔ حجامت بنانا تو انسانی حق ہے۔ اس سے مجھے کوئی نہیں روکتا۔ اس لئے میں آ گیا ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ میاں صاحب! میں آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں کہ پشاور سے ایک احمدی قادیان میں آیا اور وہ میاں شریف احمد صاحب سے ملنے کے لئے ان کے مکان پر گیا۔ اتفاقاً میں بھی اس وقت حجامت بنانے کے لئے ان کے دروازہ پر کھڑا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ میاں صاحب اس وقت سو رہے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ میں تو حجامت بنانے کے لئے آیا ہوں۔ انہیں اطلاع دے دی جائے۔ لیکن وہ دوست مجھے بڑے اصرار سے کہنے لگے کہ ان کی نیند خراب نہ کریں۔ لیکن میں نے نہ مانا۔ اور میاں صاحب کو اطلاع بھجوا دی۔ جس پر انہوں نے مجھے بھی اور اس دوست کو بھی اندر بلا لیا۔ وہاں ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی میں نے انہیں کہا کہ اس پر بیٹھ جائیں۔ کہنے لگے میں نہیں بیٹھتا۔ میں نے سمجھا کہ شاید یہ چارپائی پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے اس لئے میں ان کے لئے کرسی اٹھا لایا۔ لیکن وہ کرسی پر بھی نہ بیٹھے۔ اور دروازہ کے سامنے جہاں جوتیاں رکھی جاتی ہیں وہاں پائدان پر جا کر بیٹھ گئے میں نے ان سے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ میں نے چارپائی دی لیکن آپ نہ بیٹھے۔ پھر کرسی دی۔ تب بھی آپ نہ بیٹھے۔ اور ایک ایسی جگہ جا کر بیٹھ گئے جہاں بوٹ وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔ کہنے لگے میں تمہیں ایک قصہ سناؤں۔

میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کو ملنے کے لئے آیا۔ آپ مسجد مبارک میں بیٹھے تھے۔ اور دروازہ کے پاس جوتیاں پڑی تھیں۔ ایک آدمی سیدھے سادے کپڑوں والا آ گیا اور آ کر جوتیوں میں بیٹھ گیا۔ میں نے سمجھا یہ کوئی جوتی چور ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی جوتیوں کی نگرانی شروع کر دی کہ کہیں وہ لے کر بھاگ نہ جائے۔ کہنے لگے اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت مسیح موعودؑ فوت ہو گئے۔ اور میں نے سنا کہ آپ کی جگہ اور شخص خلیفہ بن گیا ہے۔ اس پر میں بیعت کے لئے آیا۔ جب میں نے بیعت کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ وہی شخص تھا جس کو میں نے اپنی بیوقوفی سے جوتی چور سمجھا تھا۔ یعنی حضرت خلیفہ اول۔ اور میں اپنے دل میں سخت شرمندہ ہوا۔ آپ کی عادت تھی کہ آپ جوتیوں میں آ کر بیٹھ جاتے۔ حضرت مسیح موعودؑ آواز دیتے تو آپ ذرہ آگے آ جاتے۔ پھر جب کہتے مولوی نورالدین صاحب نہیں آئے؟ تو پھر کچھ اور آگے آ جاتے۔ اس طرح بار بار کہنے کے بعد کہیں وہ آگے آ جاتے تھے۔

یہ قصہ سنا کر میں نے انہیں کہا میاں! آپ کے باپ نے جوتیوں میں بیٹھ بیٹھ کے خلافت لی تھی۔ لیکن تم زور سے لینا چاہتے ہو۔ اس طرح کام نہیں بنے گا۔ تم اپنے باپ کی طرح جوتیوں میں بیٹھو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو۔ اس پر وہ چپ کر گیا۔ اور میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ (انوار العلوم جلد 25 صفحہ 506 تا 507)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

”اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے... جب وہ میرے پاس آ کر مجھ سے ملا تو میں نے اسے اپنے رب کی آیتوں میں سے ایک آیت پایا۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ میری اس دعا کا نتیجہ ہے جو میں ہمیشہ کیا کرتا تھا۔ اور میری فراست نے مجھے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔۔۔ وہ ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی پیروی کرتی ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 581)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک فارسی شعر میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

ترجمہ: کیا ہی اچھا ہو اگر قوم کا ہر فرد نور دین بن جائے مگر یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ ہر دل یقین کے نور سے بھر جائے۔ ❁❁❁

O.A. Nizamutheen
Cell : 9994757172

V.A. Zafarullah Sait
Cell : 9943030230

O.A.N. Doors & Steels

All types of Wooden Panel Doors, Skin Doors, Veeneer Doors, PVC Doors, PVC Cup boards, Loft & Kitchen Cabinet, TMT Rods, Cements, Cover Blocks and Construction Chemicals.

T.S.M.O. Syed Ali Shopping Complex, #51/4-B, 5, 6, 7 Ambai Road (Near Sbaeena Hospital) Kulavanikarpuram, Tirunelveli-627 005 (Tamil Nadu)

Prop. S. A. Quader

Ph. : (06784) 230088, 250853 (O)
252420 (R)

JYOTI
SAW MILL

Saw Mill Owner
&
Forest Contractor

Kuansh, Bhadrak, Orissa

NAVNEET
JEWELLERS

Ph.: 01872-220489 (S)
220233, 220847 (R)

CUSTOMER'S SATISFACTION IS OUR MOTTO

FOR EVERY KIND OF GOLD & SILVER ORNAMENTS

(All kinds of rings & "Alaisallah" rings also sold here)

Navneet Seth, Rajiv Seth
Main Bazzar Qadian

وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جعَلَ فِيْهَا زَوْ جَيْنِ اثْنَيْن

Kh. Zahoor Ahmad
9906536510

Prop. : Dar Shuaib :
9906566218 / 6005065009

ZAHOOR FRUIT COMPANY

FRUIT COMMISSION AGENTS & ORDER SUPPLIERS

Shop. No. : 220
Fud No. : D-10

FRUIT & VEGETABLE MARKET KULGAM-192231(KMR.)

shoaibahmad54@gmail.com

”حسن اخلاق، نصف ایمان ہے“

(بلال احمد آہنگر استاد جامعہ احمدیہ قادیان)

انسانی زندگی میں حسن اخلاق کو جو اہمیت وعظمت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، ہر مذہب اور ہر دھرم کے لوگ بلکہ دنیا میں بسنے والا ہر انسان اچھے اخلاق وکردار اور اچھے برتاؤ کا قائل ہے اور یقیناً کسی کو بھی اس سے انکار نہیں ہوسکتا، کیوں کہ اخلاقی خوبیوں کو حاصل کرنا فطرت انسانی کا اہم تقاضہ ہے بلکہ بنیادی ضروریات میں سے ہے، اس کے بغیر انسان میں انسانیت اور حسن وخوبی نہیں آتی، یہی وہ عظیم اور قابل قدر جوہر ہے جس کے ذریعہ معاشرے میں آپسی بھائی چارہ، اتحاد واتفاق، پیار ومحبت، عفو ودرگزر، رفق ونرمی اور توافق وہم آہنگی پیدا کی جا سکتی ہے اور اسی طاقت کے ذریعہ آپسی اختلاف وانتشار، باہمی چپقلش ورنجش، نفرت وبعد، بڑی سے بڑی عداوت ودشمنی، بغض وکینہ، اور ہر طرح کے تضادات دور کیے جاسکتے ہیں، حسن اخلاق درحقیقت انسان کا زیور اور اس کا حسن وخوبصورتی ہے، اسی کے ذریعہ اجتماعی وانفرادی زندگیوں میں توازن اور ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے، جب کہ بدخلقی اور بدسلوکی سے تمام برائیاں، نفرت وعداوت، اختلاف وانتشار باہمی چپقلش ورنجش وغیرہ جنم لیتی ہیں اور اخلاق سے عاری ہوجانے کے بعد انسان لوگوں کی نظر میں عیب دار ہوجاتا ہے، اس کے پاس کوئی قابل قدر شے اور کوئی ایسی امتیازی صفت باقی نہیں رہتی جو اسے دیگر مخلوقات سے ممتاز کرے۔ گویا حسن اخلاق اور حسن سلوک انسانی زندگی کا قیمتی سرمایہ اور عظیم اثاثہ ہے۔ اس کے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہیں ہے۔ اخلاق ایمان کو مزین اور خوبصورت بناتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اخلاق کا مفہوم بہت وسیع ہے اور اپنے اندر پوری انسانی زندگی کو سمیٹے ہوئے ہے، بلکہ اس کے بہت سے شعبے ہیں، شیریں ومیٹھے بول، عفو ودرگزر، رفق ونرمی، شفقت ومہربانی، انس ومحبت، اکرام واعزاز، حلم وبردباری، حیا وشرم، وسعت ظرفی وسخاوت، صلہ رحمی وحاجت روائی، تعاون وامداد، صبر وشکر، متانت وسنجیدگی، عدل وانصاف، امانت ودیانت، ماں باپ، بھائی بہن، عزیز واقارب، بیوی بچے، یتیموں مسکینوں، پڑوسی، مسلمان اور غیر مسلم حتیٰ کہ جانوروں اور پرندوں کے ساتھ بھی حسن سلوک وحسن معاملہ وغیرہ، یہ تمام حسن اخلاق کے شعبے ہیں جن کی شریعت مطہرہ میں تعلیم دی گئی ہے اور ان تمام شعبوں میں اچھا رویہ اختیار کرنے والا ہی اچھے اخلاق کا حامل اور اس عظیم صفت سے متصف کہلانے کا مستحق ہوگا۔

ارشادِ ربانی ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ احسان اور اخلاق کا معاملہ کرو، اس اخلاقی درس کو ہرگز نہ بھولو، ہر جگہ اور ہر وقت اسے یاد رکھو“۔ ایک حدیث نبویؐ کے مطابق مومنوں میں سب سے کامل ایمان والا شخص وہ ہے جو اچھے اخلاق کا مالک ہو اور سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین ہو۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے فرزند! اگر تم سے ہو سکے تو تم صبح وشام ایسی زندگی بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف میل نہ ہو۔ اِس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہی میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اخلاق وعادات کی اصلاح اُسی وقت ممکن ہے، جب نفس کا تزکیہ یعنی صفائی کی جائے اور نفس کا تزکیہ اُسی وقت ممکن ہے، جب شریعت کی قیادت

کو دل وجان سے تسلیم کیا جائے۔ پیارے آقا ﷺ کی سیرت مبارکہ کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق عالیہ کی نظیر پوری کائنات میں نہیں مل سکتی۔

آپ ﷺ کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سائل کو انکار نہ فرمایا، آپ ﷺ سب سے زیادہ سخاوت فرماتے، کوئی درہم و دینار نہ رکھتے، سب تقسیم فرمادیتے، اگر رقم بچ جاتی اور کوئی ایسا نہ ملتا جسے رقم دے سکیں تو اُس وقت تک گھر جاکر آرام نہ فرماتے جب تک وہ تقسیم نہ فرمادیتے جو کچھ ہوتا سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے، کپڑوں میں پیوند لگالیتے، گھر والوں کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم:۴) ترجمہ: اور بیشک آپ (ﷺ) اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔ اس آیت میں اللہ رب العزت نے دین اسلام، شریعت مطہرہ اور قرآنی تعلیمات کو خلق عظیم فرمایا ہے، گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی ایک ایک آیت کا عملی نمونہ ہیں۔

حضور ﷺ کی پوری زندگی اخلاق حسنہ، حسن معاشرت، عمدہ طرز زندگی اور زندگی کے ہر شعبہ میں اچھے برتاو اور حسن سلوک کا عمدہ نمونہ اور عملی پیکر ہے، حتیٰ کہ حضور ﷺ نے اخلاق حسنہ کی تعلیم، ترویج واشاعت اور اس کی دعوت وتبلیغ کو اپنی بعثت کی ذمہ داری قرار دیتے ہوئے فرمایا: ”بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الأَخْلَاقِ“ یعنی میری بعثت ہی اس لیے ہوئی ہے کہ میں حیاتِ انسانی میں اخلاقِ حسنہ کے فضائل کی تکمیل کروں اور اسے کمال اور عروج پر پہنچاؤں؛ چنانچہ آپ ﷺ نے امت کو اخلاقِ فاضلانہ وکریمانہ سے متصف اور مزین کرنے کے لیے عملی نمونہ بھی پیش کیا اور مختلف مواقع پر قولی تعلیم بھی دی۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”احیاء العلوم“ میں حضور ﷺ کے بہت سارے محاسن اخلاق کو بڑے ہی عمدہ انداز میں بیان کیا ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ بردبار، سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ انصاف پسند، سب سے زیادہ پاکدامن اور سب سے زیادہ سخی تھے، یہاں تک کہ کوئی رات ایسی نہیں آتی جس میں آپ ﷺ کے پاس کوئی درہم دینار بچتا ہو (رات آنے سے ہی پہلے سب خرچ کر ڈالتے تھے) اور اگر کبھی کچھ درہم یا دینار بچ جاتا اور اسی حالت میں رات آجاتی تو آپ ﷺ اس وقت تک گھر تشریف نہ لے جاتے جب تک اسے کسی ضرورت مند کو دے کر فارغ نہ ہو جاتے۔ آپ ﷺ اتنے باحیا تھے کہ اپنی نظریں کسی چہرے پر نہیں جماتے تھے، خود ہی اپنا نعل مبارک سی لیتے، کپڑوں میں پیوند خود ہی لگالیا کرتے، گھریلو کام کاج میں بیویوں کا تعاون فرماتے، غلام اور آزاد سب کی دعوت قبول فرماتے، ہدیہ قبول فرماتے خواہ دودھ کا ایک گھونٹ ہو یا خرگوش کی ران ہی کیوں نہ ہو، باندیوں اور مسکینوں کی حاجت روائی میں تکبر نہیں فرماتے، ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے، بیماروں کی عیادت کرتے، جنازوں میں تشریف لے جاتے، فقراء کے ساتھ بیٹھتے، مسکینوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، مزاح فرماتے؛ لیکن سچ بولتے، ہنستے؛ لیکن قہقہہ نہ لگاتے، بااخلاق لوگوں کی عزت کرتے، کسی پر ظلم نہ کرتے، معذرت خواہ کا عذر قبول فرماتے، کسی کو حقیر نہ جانتے اور نہ ہی کسی پر برتری اختیار فرماتے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات اقدس میں تمام محاسن اور خوبیاں جمع کر دی تھیں۔ (احیاء العلوم، ۱۱۷/۴)

حضور ﷺ کے نزدیک حسن اخلاق کی اتنی اہمیت تھی کہ اپنے لیے حسن اخلاق کی دعائیں کیا کرتے تھے: ”اللّٰهمّ أحسنت خلقي فأحسن خلقي“ (رواہ احمد فی المسند، ۴۰۳/۱) ترجمہ: اے اللہ تو نے میری بناوٹ کو سنوارا ہے، تو میرے اخلاق بھی سنوار دے اور بدخلقی سے بچنے کی بھی توفیق مانگتے تھے اور یہ دعا کرتے۔ ”اللّٰهم إني أعوذُ بِكَ مِنْ مُنْكَراتِ الأخلاقِ والأعمالِ والأهواء“ (رواہ الترمذی، رقم الحدیث:۳۵۹۱) ترجمہ: اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں برے اخلاق، برے اعمال اور بری خواہشات سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنوں سے تو پیار و محبت اور شفقت و ہمدردی کے ساتھ ملتے ہی تھے، جس کی بے شمار مثالیں ہیں، غیر بھی آپ کے رحم و کرم، عفو و درگزر اور خوش خلقی سے محروم نہ رہے۔ اس کی ایک عظیم مثال فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کا کفار مکہ کے لیے عام معافی کا اعلان کرنا ہے؛ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فاتحانہ انداز میں شان و شوکت کے ساتھ داخل ہوئے، تو کفار و مشرکین جنھوں نے ہر قدم پر آپ کو اور آپ کے صحابہ کو تکلیفیں پہنچائی تھیں، جو آپ کے جانی دشمن تھے، آپ کے قتل کی تدبیریں اور سازشیں کرتے تھے اور جنھوں نے اسلام کی دشمنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، وہ سہمے ہوئے تھے، انھیں سزائے موت کا یقین تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی یہی خیال کر رکھا تھا "الیوم یوم الملحمۃ" آج بدلے کا دن ہے، آج جوشِ انتقام کو سرد کرنے کا دن ہے؛ لیکن تاریخ نے دیکھا اور اسے نوٹ کیا کہ رحمت دو جہاں کے پیکر اور محسن انسانیت ﷺ کی شفقت نبوی جوش میں آئی اور زبان رسالت سے یہ اعلان کر دیا "لا تثریب علیکم الیوم واذھبوا فأنتم الطلقاء" کہ جاؤ آج تم سب آزاد ہو، تمھیں معاف کر دیا گیا، تم پر کوئی جرم نہیں ہے اور تم سے کسی قسم کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ یہ تھا آپ صلی اللہ علی وسلم کا جانی دشمنوں کے ساتھ برتاؤ اور حسن سلوک، جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ اور اس سلوک اور برتاؤ کی وجہ سے فتح مکہ کے موقع پر بکثرت لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

سلام اس پر کہ جس نے دشمنوں کو معاف فرمایا

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت و تبلیغ کے لیے طائف کا سفر کیا اور وہاں کے سرداروں کو توحید کی دعوت دی تو وہ لوگ بڑی بے رخی اور ذلت کے ساتھ پیش آئے، پھر آپ ﷺ نے اور لوگوں سے بھی گفتگو فرمائی؛ لیکن انھوں نے بجائے قبول کرنے کے یہ کہا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ اور اسی پر بس نہیں کیا؛ بلکہ انھوں نے شہر کے اوباش لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ وہ آپ کا مذاق اڑائیں، تالیاں بجائیں اور پتھریں ماریں، حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے سے رنگین ہو گئے، ان سب کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غلط نہیں ٹھہرایا، ان کو برا بھلا نہیں کہا؛ حتی کہ جب پہاڑوں کا فرشتہ آپ کے پاس آیا اور سلام کے بعد عرض کیا: اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں یا جو سزا آپ تجویز فرمائیں۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے عقاب اور سزا تجویز نہیں کی؛ بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے، تو ان کی اولاد میں ایسے لوگ پیدا ہوں، جو اللہ کی عبادت کریں۔

آپ ﷺ نے اپنے ارشادات میں اخلاق حسنہ کو نہایت اہمیت دی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! دین کیا ہے؟ فرمایا: اچھا خلق۔ آپ ﷺ سے سوال ہوا: کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ فرمایا: اچھا خلق۔ نیز فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جنت میں صرف اچھے خلق والا ہی داخل ہو گا۔

حسن اخلاق کی نعمت سے مالا مال شخص دنیا میں بھی کامیاب ہوتا ہے اور آخرت میں سرخرو ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت کا لازوال انعام بھی پاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: تم میں سے مجھے سب سے اچھا وہ لگتا ہے جس کے اخلاق بہت اچھے ہوں، صرف یہی نہیں حسن اخلاق سے متصف خوش نصیب کو سرکار ﷺ کی قربت بھی نصیب ہو گی۔

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے حسن اخلاق کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تین چیزوں کا نام اخلاق ہے: ملاقات کے وقت دوست ہو یا دشمن، اپنا ہو یا پرایا، ہر ایک سے کشادہ روئی، خندہ پیشانی اور خوش دلی سے پیش آنا۔ بخشش اور سخاوت کرنا۔ ایذا رسانی سے باز رہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اور ہر طرح کے افراد کے ساتھ حضور ﷺ کے حسنِ اخلاق اور عمدہ حسنِ معاشرت کی مثالیں بھری پڑی ہیں؛ حتی کہ بے زبان جانوروں اور پرندوں کے ساتھ بھی اچھے سلوک کی تعلیم دی ہے اور مختلف قسم کی احادیث میں آپ ﷺ نے

امت کو بھی اسی کی تعلیم دی ہے؛ چنانچہ اسی تعلیم کی بدولت اور مسلمانوں کے عمدہ اخلاق اور حسن معاشرت کو دیکھ کر بے شمار لوگ دامن اسلام میں داخل ہوئے، اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور یہ ایک بدیہی اور واضح حقیقت ہے کہ پوری دنیا میں اسلام کی نشر و اشاعت میں اچھے اخلاق کا بڑا اہم رول ہے؛ لیکن بدقسمتی سے آج مسلمانوں کے اندر سے یہ صفت بالکل معدوم سی ہوگئی ہے۔ تاجر ہو یا کاشتکار، ڈاکٹر ہو یا انجینئر، استاد ہو یا شاگرد، ملازم ہو یا نوکر، مزدور ہو یا مستری اور مرد ہو یا عورت سبھی کسی نہ کسی درجہ میں بداخلاقی کا شکار ہیں، جب کہ حسن خلق فطری تقاضہ ہونے کے ساتھ اسلامی تعلیمات کا بھی بہت اہم حصہ ہے اور بے شمار فضائل قرآن و احادیث میں خوش خلقی پر وارد ہوئے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس انذار کو پیش نظر رکھے جیسا کہ آپؑ نے اس اقتباس میں فرمایا ہے کہ ”جس کے اخلاق اچھے نہیں مجھے اس کے ایمان کا خطرہ ہے“۔ تو ایک احمدی کا دل لرز جاتا ہے اور لرز جانا چاہئے۔ مَیں نے جائزہ لیا ہے کہ تکبّر ہی ہے اور حِلم اور رِفق کی کمی ہی ہے جو بہت سے جھگڑوں کی بنیاد بنتی ہے۔

پھر ایک جگہ آپؑ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آجاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آکر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹ لطائف کے چشمے سے بے نصیب اور محروم کئے جاتے ہیں۔ غضب اور حکمت دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اس کی عقل موٹی اور فہم کند ہوتا ہے۔ اس کو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دئے جاتے۔ غضب نصف جنون ہے اور جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ کُل ناکردنی افعال سے دور رہا کریں۔ وہ شاخ جو اپنے تنے اور درخت سے سچا تعلق نہیں رکھتی وہ بے پھل رہ جاتی ہے۔ سو دیکھو اگر تم لوگ ہمارے اصل مقصد کو نہ سمجھو گے اور شرائط پر کاربند نہ ہو گے تو ان وعدوں کے وارث تم کیسے بن سکتے ہو جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 104 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پھر کشتی نوح میں نصیحت کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا:

”کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حِلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں۔ بہت سے ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ ان کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو“۔

(کشتیٔ نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 11-12)

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو خوش خلقی، حسن اخلاق، حسن معاملہ، صلہ رحمی، وسعت ظرفی اور حسن معاشرت جیسی عظیم صفات سے متصف و مزین فرمائے اور زندگی کے تمام شعبوں میں انھیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے! آمین

❁❁❁

بنیادی مسائل کے جوابات (قسط نمبر 47)

(مرتبہ: ظہیر احمد خان انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے بنیادی مسائل پر مبنی سوالات کے بصیرت افروز جوابات)

سوال: جاپان سے ایک مربی صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ جاپان میں زمین کم ہونے اور لوگوں کے مذہب سے دور ہو جانے نیز ماضی میں کسی وقت لاشوں کو زمین میں دفن کرنے پر وبا پھیلنے کی وجہ سے یہاں کے لوگوں میں لاش کو زمین میں دفنانے کی بجائے جلانے کے طریق کو پسند کیا جاتا ہے۔ اس بارے میں لوگوں کو کس طرح سمجھایا جا سکتا ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 29/اکتوبر 2021ء میں اس سوال کے بارے میں درج ذیل ہدایات فرمائیں۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردہ کا احترام انسانی فطرت میں رکھا ہے۔ لہٰذا جو لوگ اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں وہ بھی ایسا اس لیے کرتے ہیں کہ وہ نہیں چاہتے کہ ان کے مردہ کی بے حرمتی ہو۔ اور جو لوگ اسے جلاتے یا جانوروں کو کھلا دیتے ہیں وہ بھی ایسا اسی لیے کرتے ہیں کہ ان کے مردے گلتے سڑتے نہ رہیں۔ اور ان کے نزدیک مردہ کو جلانا یا جانوروں کو کھلا دینا اصل میں مردہ کے احترام کا تقاضا ہی ہے۔ پس مردہ کا احترام صرف مذہب کے ماننے والے ہی نہیں کرتے بلکہ غیر مذہب کے لوگ بھی اپنے فطرتی تقاضا کے تحت ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ اسلام جو فطرت کے عین مطابق مذہب ہے، اس نے ہمیں یہی سکھایا کہ مردہ کو زمین میں دفن کیا جائے چنانچہ قرآن کریم میں آدم کے دو بیٹوں کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے کوّے کو بھیج کر آدم کے بیٹے کو سکھایا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کی لاش کو کس طرح زمین میں دفن کرے۔

اسلامی تعلیم کے مطابق مردہ کو زمین میں دفن کر کے جو اس کی قبر بنائی جاتی ہے، اس میں کسی قسم کا شرک پیش نظر نہیں ہوتا یا اہل قبر کی عبادت یا پوجا کرنا مقصود نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ یہ صرف اس لیے کیا جاتا ہے کہ انسان کی میت کو بھی مناسب طور پر عزت اور احترام دیا جا سکے۔ اور تا اس کے لواحقین حسب توفیق اس قبر پر آ کر اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر سکیں۔

باقی جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ لاشوں کو دفنانے سے کسی وبا کے پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو یہ بھی ایک غلط مفروضہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی مٹی میں ایسی خاصیت رکھی ہے کہ انسانی جسم آہستہ آہستہ ختم ہو کر اسی مٹی کا حصہ بن جاتا ہے۔

چنانچہ جب اگلی نسل آتی ہے اور وقت کے ساتھ اس نئی نسل میں سے بہت سارے لوگ اپنے آباؤ اجداد کو بھول جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ بہت سی قبروں کے نام و نشان زمین سے مٹ جاتے ہیں تو ان کی جگہ نئی قبریں تیار ہو جاتی ہیں۔ دنیا کے بہت سے قبرستان ایسے ہیں جن میں سینکڑوں سالوں سے مردے دفن کیے جا رہے ہیں اور بہت سی پرانی قبروں کی جگہ نئی قبریں بن چکی ہیں۔ مدینہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں بھی یہی طریق رائج ہے۔ پس مردوں کو زمین میں دفنانے کے طریق کے خلاف زمین کے کم ہونے کی دلیل کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔

مردوں کو دفن کرنے، جلانے یا جانوروں کو کھلا دینے کے بارے میں

مختلف مذاہب اور معاشروں میں رائج طریق کار کے مختلف پہلوؤں کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی تصانیف تفسیر کبیر اور سیر روحانی میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 179، 180۔ سیر روحانی نمبر 3، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 317 تا 322)

سوال: دارالافتاء ربوہ کی طرف سے جاری ہونے والے فتاویٰ ملاحظہ فرمانے کے بعد ان میں سے بعض فتاویٰ دربارہ بیوہ کی عدت کے دوران اس کے بیٹے کی شادی، بیوہ / مطلقہ کے نکاح کے لیے ولی کی اجازت اور فتاویٰ میں دیے جانے والے حوالہ جات کے طریق کی بابت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 29/ اکتوبر 2021ء میں درج ذیل ہدایات فرمائیں۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: نظامت دارالافتاء کی طرف سے جاری کردہ فتاویٰ میں آپ نے ایک شخص کو اس کی والدہ کی عدت وفات کے دوران اس شخص کی شادی کے بارے میں یہ فتویٰ دیا ہے۔ ”سوگ اور بیٹے کی شادی کی خوشی کی تقریب میں شرکت دو متضاد چیزیں ہیں۔ آپ کی شادی کی تقریب کی صورت میں آپ کی والدہ اپنی عدت وفات سوگ کی حالت میں نہیں گزار سکتیں۔ لہٰذا آپ کو اپنی شادی کا پروگرام والدہ کی عدت کے اختتام پر رکھنا چاہیے۔“ (فتویٰ زیر نمبر 13/11.09.2021)

میرے نزدیک آپ کا یہ فتویٰ درست نہیں۔ احادیث میں تو صرف بیوہ کے لیے چار ماہ دس دن عدت گزارنے کا حکم ہے۔ لیکن آپ اپنے اس فتویٰ کے ذریعہ تو باقی لوگوں کو بھی پابند کر رہے ہیں کہ وہ بھی بیوہ کے ساتھ سوگ میں شامل ہوں اور اپنے ضروری کاموں کو عدت کے اختتام تک مؤخر کر دیں۔

میری بیٹی کی شادی بھی اُس وقت ہوئی تھی جب میری والدہ عدت میں تھیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات کے بعد اُمی نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں راہنمائی کے لیے لکھا تو حضورؒ نے شادی مقررہ تاریخ پر ہی کرنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ عدت میں گھر سے باہر جانا منع ہے، گھر میں رہ کر سادگی کے ساتھ شادی کی تقریب میں شامل ہونا منع نہیں۔ اسی لیے ہم نے خواتین کا انتظام گھر کے برآمدہ اور صحن میں کیا تھا اور اُمی حضورؒ کی ہدایت کے مطابق سادگی کے ساتھ گھر میں اس تقریب میں شامل بھی ہوئی تھیں۔ پس اگر وہ لوگ اس شادی کے پروگرام کو اپنے طور پر ملتوی کر دیں تو یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ لیکن آپ کا انہیں شادی سے منع کرنے کا فتویٰ دینا درست نہیں۔

۲۔ اسی طرح بیوہ / مطلقہ کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کے بارے میں ایک استفتاء پر آپ نے میرے خطبہ جمعہ مؤرخہ 24/ دسمبر 2004ء کے حوالہ سے جو فتویٰ دیا ہے اس سے اگر آپ یہ استنباط کرنا چاہتے ہیں کہ بیوہ اور مطلقہ کو اپنے نکاح کے لیے ولی کی اجازت کی بالکل ضرورت نہیں تو یہ درست استنباط نہیں ہے۔ کیونکہ کنواری یا بیوہ / مطلقہ دونوں کو اپنے نکاح کے لیے ولی کی اجازت کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور دونوں کے نکاح کے موقع پر ان کا ولی ہی ایجاب و قبول کرتا ہے۔

آنحضور ﷺ کے ارشادات اور خلفائے راشدین کے تعامل سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر عورت خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ / مطلقہ اس کے نکاح کے لیے ولی کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ اسی موقف کی تائید حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے ارشادات سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”اسلام نے یہ پسند نہیں کیا کہ کوئی عورت بغیر ولی کے جو اُس کا باپ یا بھائی یا اور کوئی عزیز ہو خود بخود اپنا نکاح کسی سے کر لے۔“ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 289) مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کے بارے میں اپنا ایک ذاتی واقعہ بیان فرمایا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ نے بعض علماء (میاں نذیر حسین دہلوی اور شیخ محمد حسین بٹالوی) کے فتویٰ کو قبول کر کے لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ کی حدیث میں کلام خیال کرتے ہوئے ایک بیوہ سے اس کے ولی کی رضامندی کے بغیر شادی کا ارادہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو مرتبہ خواب میں آنحضور ﷺ کی کچھ متغیر حالت دکھا کر آپ کو اس خواب کی یہ تفہیم سمجھائی کہ ان مفتیوں کے فتووں کی طرف توجہ نہ کرو۔ حضورؓ فرماتے ہیں۔ ”تب میں نے اسی وقت دل میں کہا کہ اگر سارا جہان بھی اس کو ضعیف کہے گا تب بھی میں اس حدیث کو صحیح سمجھوں گا۔“ (مرقات الیقین فی حیات نور الدین صفحہ 158 تا

160) حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت نکاح کرانے کے لیے آئی تو آپ نے اس کے لڑکے کو جس کی عمر غالباً دس یا گیارہ سال تھی ولی بنایا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ولی مرد ہی ہوتے ہیں۔ اس عورت کا چونکہ اور کوئی مرد ولی نہیں تھا۔ اس لئے رسول کریم ﷺ نے اس لڑکے سے دریافت کرنا ضروری سمجھا۔‘‘ (روزنامہ الفضل قادیان دارالامان نمبر 143، جلد 26، مورخہ 25/جون 1938ء صفحہ 4) البتہ جیسا کہ میں نے اپنے اس خطبہ میں بھی ذکر کیا ہے بیوہ / مطلقہ عورت، کنواری لڑکی کی نسبت اپنے بارے میں فیصلہ کرنے میں اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ بیوہ / مطلقہ عورت اگر کسی جگہ شادی کرنا چاہے تو ولی کو اس میں بلاوجہ روک نہیں بننا چاہیے بلکہ اس کی مرضی کا احترام کرتے ہوئے اس کا اس جگہ نکاح کر دینا چاہیے۔

۳۔ ایک فتویٰ زیر نمبر 20/27.09.2021 کے صفحہ 3 پر آپ نے الفضل 16/اگست 1948ء کا ایک حوالہ فقہ احمدیہ عبادات کے حوالہ سے دیا ہے۔ ایک تو یہ حوالہ غلط ہے۔ دوسرا اگر اصل ماخذ میسر ہو تو حوالہ اُس اصل ماخذ سے ہی دینا چاہیے۔

میں نے یہ حوالہ یہاں تلاش کروایا ہے۔ آپ کے فتویٰ میں درج یہ اقتباس حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 06/اگست 1948ء کا ہے۔ جو خطبہ روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 08/مارچ 1961ء کے صفحہ نمبر 2 تا 4 پر شائع ہوا تھا۔

فقہ احمدیہ میں اس قسم کی بہت سی غلطیاں ہیں، جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ تدوین فقہ کمیٹی کو اس طرف توجہ دلائیں کہ اس کی نظر ثانی کا کام جلد مکمل کریں۔

سوال: بلادِ عرب میں کسی شخص کے نبوت اور مجددیت کا دعویٰ کرنے پر اس فعل کے ردّ میں ایک عرب احمدی کی طرف سے لکھے جانے والے مضمون اور اس مضمون پر ربوہ سے بعض علماء کی طرف سے موصول ہونے والے موقف کے بارے میں انچارج صاحب عربک ڈیسک یوکے نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے راہنمائی چاہی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 06/نومبر 2021ء میں اس سوال کے بارے میں درج ذیل ارشادات فرمائے۔

حضور انور نے فرمایا:

جواب: دنیا کی ہدایت اور اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نبی یا مصلح کا مبعوث ہونا اس کی ایک ایسی نعمت ہے، جس کا دنیا میں کوئی بدل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لیے جب بھی کسی نبی یا مصلح کی ضرورت محسوس کی تو انسانیت پر رحم کرتے ہوئے اس نے کسی نبی یا مصلح کو ضرور دنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لیے جاری ہے اور کسی انسان کو حق نہیں ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی اس سنت کو معطل قرار دے، کیونکہ قرآن وسنت میں ایسی کوئی نص موجود نہیں۔ تاہم آئندہ زمانوں میں اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا اظہار کس طریق پر ہوگا، یہ خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ البتہ قرآن کریم، احادیث نبویہ ﷺ اور انبیائے سابقہ کے صحیفوں میں آنحضور ﷺ کے بعد ہمیں صرف ایک ہی جری اللہ فی حلل الانبیاء کی بشارت ملتی ہے۔

پھر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی اپنے بعد امت محمدیہ میں دو دفعہ خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کی بشارت دی ہے۔ پہلی مرتبہ کے قیام کے بعد آپ نے اس نعمت کے اٹھائے جانے کا ذکر فرمایا ہے لیکن دوسری مرتبہ اس نعمت کے قیام کی خوشخبری دینے کے بعد آپ نے خاموشی اختیار فرمائی، جس سے اس نعمت کے قیامت تک جاری رہنے کا استدلال ہوتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 285، مسند النعمان بن بشیرؓ)

آنحضور ﷺ کے غلام صادق اور اس زمانہ کے حکم وعدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی بشارتوں کے تحت جہاں ایک طرف خود کو خاتم الخلفاء قرار دیا اور اپنے بعد کسی اور مسیح کے آنے کا انکار فرمایا وہاں دوسری طرف آپ نے اپنے بعد ہزاروں مثیل مسیح کی آمد کے امکان کا بھی ارشاد فرمایا۔

چنانچہ قرآن کریم کی مختلف آیات، احادیث نبویہ ﷺ اور دیگر مذاہب کی تاریخ سے استدلال کرتے ہوئے آپ نے انسانی نسل کی عمر سات ہزار سال ہونے اور اس کے پانچویں ہزار سال میں آنحضور ﷺ کے مبعوث ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ’’اب ہم ساتویں ہزار کے سر پر ہیں۔ اس کے بعد کسی دوسرے مسیح کو قدم رکھنے کی

جگہ نہیں کیونکہ زمانے سات ہی ہیں جو نیکی اور بدی میں تقسیم کئے گئے ہیں۔'' (لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 186) آپؑ نے مزید فرمایا: ''چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح۔ مگر وہ جو اس کے لیے بطورِ ظل کے ہو۔ کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدّد صدی بھی ہے اور مجدّد الف آخر بھی۔''

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 208)

حضور علیہ السلام مجدد الف آخر بھی ہیں۔ جس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کی بشارتوں کے تحت آپؑ کے ذریعہ جاری ہونے والی خلافت علی منہاج النبوۃ میں آنے والے آپ کے خلفاء آپ کی پیروی اور اتباع کی برکت سے اپنے اپنے وقت کے مجدد بھی ہوں گے، اس لیے آپ کی پیروی اور اتباع سے باہر اب کسی مجدد کا آنا بھی محال ہے۔ حضور علیہ السلام اپنے بعد آنے والے مثیل مسیح کے آنے کے امکان کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور بھی مسیح کا مثیل بن کر آوے کیونکہ نبیوں کے مثیل ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں بلکہ خدائے تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذُریّت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اُترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا اور وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور اُن کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔'' (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 179، 180) اس بارے میں آپؑ نے مزید فرمایا: ''میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں ہاں اس زمانہ کے لیے میں مثیل مسیح ہوں اور دُوسرے کی انتظار بے سُود ہے اور یہ بھی ظاہر رہے کہ یہ کچھ میرا ہی خیال نہیں کہ مثیل مسیح بہت ہو سکتے ہیں بلکہ احادیث نبویہ کا بھی یہی منشاء پایا جاتا ہے۔'' (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 197) ایک اور جگہ اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: ''اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتا ہے۔'' (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 251) فرمایا: ''عیسیٰؑ ابن مریم نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور پھر فوت ہو کر اپنے خدا کو جا ملا اور دوسرے عالم میں پہنچ کر یحییٰؑ کا ہم نشین ہوا کیونکہ اس کے واقعہ اور یحییٰ نبی کے واقعہ کو باہم مشابہت تھی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ نیک انسان تھا اور نبی تھا مگر اسے خدا کہنا کفر ہے۔ لاکھوں انسان دنیا میں ایسے گزر چکے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے۔ خدا کسی کے برگزیدہ کرنے میں کبھی نہیں تھکا اور نہ تھکے گا۔''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 29)

پس یہ اس سلسلہ کا وہ آخری ہزار سال ہے جس میں خدا تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق آپ کے روحانی فرزند اور غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خاتم الخلفاء کے طور پر مبعوث فرمایا۔ آنحضور ﷺ کی پیشگوئیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چونکہ یہ آخری ہزار سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم ہونے والی خلافت احمدیہ حقہ اسلامیہ کا دور ہے۔ اس لیے اگر کسی وقت دنیا کی اصلاح کے لیے کسی مصلح کی ضرورت پڑی تو اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کے متبعین میں سے کسی ایسے شخص کو دنیا کی اصلاح کے لیے کھڑا کرے گا جو وقت کا خلیفہ ہوگا لیکن خلیفہ سے بڑھ کر آپ کا مثیل اور مصلح ہونے کا مقام بھی اسے عطا ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی جانے والی بشارتوں کے عین مطابق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مقام پر فائز فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس موعود خلافت کے مقام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''پھر صرف خلافت کا سوال

نہیں بلکہ ایسی خلافت کا سوال ہے جو موعود خلافت ہے۔ الہام اور وحی سے قائم ہونے والی خلافت کا سوال ہے۔ ایک خلافت تو یہ ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ لوگوں سے خلیفہ منتخب کراتا ہے اور پھر اسے قبول کر لیتا ہے مگر یہ ویسی خلافت نہیں۔ یعنی میں اس لئے خلیفہ نہیں کہ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے دوسرے دن جماعت احمدیہ کے لوگوں نے جمع ہو کر میری خلافت پر اتفاق کیا بلکہ اس لئے بھی خلیفہ ہوں کہ خلیفہ اوّل کی خلافت سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے الہام سے فرمایا تھا کہ میں خلیفہ ہوں گا۔ پس میں خلیفہ نہیں بلکہ موعود خلیفہ ہوں۔ میں مامور نہیں مگر میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس کی خبر دی تھی۔ گویا اس خلافت کا مقام ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام ہے اور یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ جماعت احمدیہ اسے رائیگاں جانے دے اور پھر خدا تعالیٰ کے حضور سُرخرو ہو جائے۔ جس طرح یہ بات درست ہے کہ نبی روز روز نہیں آتے اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ موعود خلیفے بھی روز روز نہیں آتے۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت 1936ء، خطابات شوریٰ جلد دوم صفحہ 18)

❁❁❁

Love For All Hatred For None
Sk.Zahed Ahmad
Proprietor
M/S
M.F. ALUMINIUM
Deals in :
All types of Aluminium, Sliding, Window, Door, Partitions, Structural Glazing and Aluminium Composite Panel

Chhapullia, By-Pass, Bhadrak, Orissa, Pin - 756100, INDIA
Mob 09437408829, (R) 06784-251927

Mubarak Ahmad
9036285316
9449214164
Feroz Ahmad
8050185504
8197649300
LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE
MUBARAK
TENT HOUSE & PUBLICITY

CHAKKARKATTA, YADGIR - 585202, KARNATAKA

JMB Rice mill Pvt. Ltd.
At. Tisalpur, P.O. Rahanja, Bhadrak, Pin-756111
Ph. : 06784 - 250853 (O), 250420 (R)
"انسان کی ایک ایسی فطرت ہے کہ وہ خدا کی محبت اپنے اندر مخفی رکھتی ہے پس جب وہ محبت تزکیہ نفس سے بہت صاف ہو جاتی ہے اور مجاہدات کا صیقل اس کی کدورت کو دور کر دیتا ہے تو وہ محبت خدا کے نور کا پرتو وہ حاصل کرنے کے لئے ایک مصفا آئینہ کا حکم رکھتی ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو جب مصفا آئینہ آفتاب کے سامنے رکھا جائے تو آفتاب کی روشنی اس میں بھر جاتی ہے۔"
(کلام امام الزمان)

HR
Sk. Anas Ahmad
Mob : 9861084857
9583048641
email : anash.race@gmail.com

H. R. ALUMINIUM & STEEL
We Deal with all Types of Aluminium & Steel Works
Sliding Window, Door, Partition, ACP Work,
Glazing, Steel Railing etc.
Sivananda Complex, Machhuati, Near Salipur SBI

فتاویٰ مصلح موعودؓ

شادی بیاہ کی رسومات

سوال: ۔ جو مستورات دلہن کو پہلی دفعہ دیکھنے آتی ہیں وہ کچھ نہ کچھ مٹھائی ضرور لایا کرتی ہیں۔ خالی ہاتھ آنا پسند نہیں کرتیں۔ آیا یہ جائز ہے یا کہ اس دستور کو روکا جائے؟

جواب:۔ ایک فضول رسم ہے نہ حرام کہہ سکتے ہیں نہ حلال۔

سوال: ۔ یہ عورتیں جب پہلی ملاقات کے لئے آتی ہیں تو واپس جاتے وقت ان کو کچھ پتاشے وغیرہ دیئے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: ۔ یہ بھی رسم ہے۔ ایسی سب باتیں حتی المقدور روکنی چاہییں۔

سوال: دلہن کے گھر پہنچنے کی تقریب پر کیا مٹھائی احباب میں تقسیم کر دینی جائز ہے یا کہ صرف دعوت ولیمہ پر کفایت کی جائے؟

جواب: صرف ولیمہ

سوال:۔ دلہن کے آنے پر کیا مستورات جمع ہو کر کچھ شعر و اشعار وغیر و پڑھ کر خوشی منالیں؟

جواب:۔ بے شک۔ بے حیائی کی بات نہ ہو۔

سوال: لڑکے کے بیاہ پر ایک دستور ہوتا ہے کہ دولہا کی بہنیں پھوپھیاں یا تو دلہن کے لئے پارجات اور زیور بنا کر لاتی ہیں اور اس سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہم کو اس سے بڑھ کر واپس کیا جائے یا یوں بھی رواج ہوتا ہے کہ ان کو ایسے موقعوں پر کچھ کپڑے اور زیورات بنوا دیئے جائیں۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب:۔ یہ بھی بدعت ہے۔ روکنا مناسب ہے۔

(الفضل ۳ رمئی ۱۹۱۵ء - جلد ۲، نمبر ۱۳۵)

اب مسلمانوں نے شریعت اسلام کو چھوڑ کر ہندوؤں کی رسمیں اختیار کر لی ہیں۔ بیاہ شادیوں میں انہی کی طرح تیل لگایا جاتا ہے۔ گانا باندھا جاتا ہے اور اسی طرح کی اور کئی قبیح رسمیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔

ہمارے بعض احمدیوں میں بھی ابھی تک رسمیں چلی آئی ہیں۔ مجھے بچپن سے رسموں سے نفرت ہے۔ اس لئے دل جلتا ہے اور چاہتا ہوں کہ سختی سے روکوں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد آجاتی ہے کہ نئے نئے مسلمان ہونے والوں کا بھی ایک حد تک لحاظ رکھنا چاہئے۔

الفضل وار جولائی ۱۹۱۳ء۔ جلد ۲، نمبر ۱۰ صفر ۵)

سوال:- تاریخ شادی سے چند دن پہلے لڑکے یا لڑکی کی مایاں کرتے ہیں۔ کیا یہ رسم جائز ہے؟

جواب:۔ اگر لڑکی کی مالش وغیرہ مراد ہے تو ہر ایک طریق جس سے اس کی شکل وصورت میں درستی ہو جائز ہے اور اگر بے وجہ کچھ کرنا بطور رسم مراد ہے تو درست نہیں۔

(الفضل ۵ اگست ۱۹۱۹ء - جلد ۳ نمبر ۱۹ سلیم)

سوال ہوا بعض جوڑے نکاح پڑھوانا چاہتے ہیں اور رواجاً کلمہ بھی پڑھ لیتے ہیں ایسے نکاح کا کیا حکم ہے؟

فرمایا۔ یہ سیاسی نکاح ہے۔ حسب رواج ایجاب وقبول کرا دیا کریں۔ شرعی نکاح یہ نہیں ہے۔ باقی کوشش کریں کہ ایسے لوگ مسلمان ہو جاویں۔ اگر مسلمان ان کو اپنے قبضہ میں نہ لیں گے تو عیسائی اور آریہ لے جائیں گے۔

(الفضل درتگی ۱۹۲۴ء، جلد ۹ غیر ۸۲ صفحہ ۲)

نکاح شغار وٹے سٹے کی شادی

اسلام نے اس قسم کی شادی کو ناپسند کیا ہے کہ ایک شخص اپنی لڑکی دوسرے شخص کے لڑکے کو اس شرط پر دے کہ اس کے بدلہ میں وہ بھی اپنی لڑکی اس کے لڑکے کو دے۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے اگر طرفین کے فیصلے الگ الگ اوقات میں ہوئے ہوں اور ایک دوسرے کو لڑکی دینے کی شرط پر نہ ہوئے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ (خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۲۸)

(فرمودات مصلح موعودؓ صفحہ 213-215)

DIARY DOSE

گ☆...2008ء میں خلافت جوبلی کے سلسلہ میں ایم ٹی اے نے عالمی مشاعرہ کا اہتمام کیا۔ پاکستان، امریکہ، کینیڈا سے مہمان شعرا کو دعوت دی گئی تھی۔ اس وقت تک خاکسار بھی مشاعرہ پڑھ لیا کرتا تھا۔ اس وقت کے چیئرمین سید نصیر شاہ صاحب نے حضور انور کی خدمت میں درخواست کی کہ حضور انور اس مجلس میں رونق افروز ہوں، تو حضور نے فرمایا کہ آپ لوگ کریں، میں آسکا تو آجاؤں گا۔ جلسہ کے ایام سے کچھ پہلے کی بات تھی۔ حضور کے دن کے چوبیس گھنٹے پہلے ہی معمور الاوقات ہوتے ہیں، جلسہ کے ایام میں کئی گنا زیادہ مصروفیت بھی انہی چوبیس گھنٹوں میں درانہ در چلی آتی ہے۔ حضور انور مشاعرہ میں تشریف نہ لائے۔ اگرچہ ہم سبھی سمجھتے تو تھے کہ حضور انور کی مصروفیت کا کیا عالم ہے، مگر امید موہوم ہی سی کیوں نہ ہو، اس کے پورا نہ ہونے کا رنج تو انسان کو ہوتا ہی ہے۔ اور وہ بھی اگر بات ہو حضور انور کے دیدار اور آپ کی مبارک مجلس سے مستفیض ہونے کی۔

اگلے روز خاکسار ایم ٹی اے کے دفتر میں بیٹھا تھا کہ اچانک حضورِ انور تشریف لے آئے۔ فرمایا کہ کل مشاعرہ میں تم نے بھی کچھ پڑھا تھا؟ عرض کی کہ جی حضور، کچھ اشعار پڑھے تھے۔ کیا اشعار پڑھے تھے؟۔ یہ کہتے ہوئے حضور انور دفتر کی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر تشریف فرما ہو گئے۔

مجھے عام طور پر تو اپنے شعر یاد رہا کرتے ہیں مگر اس وقت ذہن بالکل خالی پایا۔ جیبیں ٹٹولنا شروع کیں وہ بھی خالی تھیں، درازیں کھول کھول کر ان میں جھانکتا رہا، پھر اپنے بیگ کی جیبیں دیکھیں تو وہاں وہ کاغذ مل گیا جس پر وہ اشعار درج تھے۔ فرمایا سناؤ کیا پڑھا تھا۔ خاکسار نے اشعار پیش کئے۔ فرمایا چلو کل مشاعرہ میں تو نہیں آیا، البتہ تمہارے شعر سن لئے ہیں۔ خوشی کا جو عالم تھا، وہ بیان کرنا مشکل ہے۔ عام سے اشعار تھے، مگر اللہ تعالیٰ نوازتا ہے تو بلاحساب نوازدیتا ہے۔ حضور کی شفقت کا بھی عجیب حال ہے۔ یہاں بھی وہی بلاحساب نوازنے اور بے حساب نوازنے والی صورت ہی ہوتی ہے۔ ابھی اس خوشی کو سمیٹ رہا تھا کہ حضور کے سامنے ہمارے ایک رفیقِ کار کی میز تھی۔ حضور کی نگاہ اس میز کے نیچے کہیں مرکوز نظر آئی۔ میں نے بھی وہاں دیکھا تو وہاں ان کے پرنٹر کے پیچھے چائے کے کچھ chronic قسم کے نشانات تھے۔ فرمایا انہیں کہنا چائے کے نشان تو صاف کرلیں۔

یعنی ایسے میں بھی حضور کی نگاہِ مبارک اس باریک گوشے میں پہنچی جو گویا عام نظر سے پوشیدہ تھا۔ شاید یہ دھبے رہ بھی اسی لئے گئے تھے مگر حضور کی نظر وہاں بھی پہنچی اور بڑی محبت سے اصلاح فرمادی۔ اگرچہ اس لئے کہ حضور انور کی آمد کا خیال رہتا تھا، مگر الحمد للہ، یوں صفائی کا خیال رکھنے کی عادت پڑ گئی (اگرچہ ابھی بہت گنجائش باقی ہے)۔

☆... حضور کے ایم ٹی اے میں تشریف لانے کی بات چل رہی ہے تو ایک اور واقعہ یاد آیا۔ ایک روز صبح دس بجے کے قریب دفتر پہنچا تو ٹرانسمیشن کے شعبہ میں خاصی گہما گہمی نظر آئی۔ معلوم ہوا کہ آج صبح فجر کی نماز کے کچھ دیر بعد حضور ایم ٹی اے تشریف لائے تھے۔ اس وقت ڈیوٹی پر ایک صاحب موجود تھے۔ چونکہ ایم ٹی اے پر نشر ہونے والے تمام پروگرام شیڈول کے مطابق automated طریق پر چلتے رہتے ہیں۔ کمپیوٹر خود ہی ایک پروگرام ختم ہو جانے کے بعد اگلا پروگرام شروع کر دیتا ہے۔ یوں ڈیوٹی پر موجود صاحب اس اطمینان میں اپنی ڈیوٹی دے رہے تھے کہ حضور انور تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا کہ ابھی کچھ دیر پہلے کچھ سیکنڈز کے لئے ایم ٹی اے کی نشریات میں خلل آیا۔ خالی سکرین آرہی تھی اور کوئی آواز نہ تھی۔ کیا ہوا تھا؟ مگر ان صاحب نے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے اس وقت وجہ تلاش کرنے کی کوشش کی مگر انہیں معلوم نہ ہو سکی۔ حضور تو تشریف لے گئے مگر ان صاحب نے اپنے شعبہ کے نگران کو فون کیا، شعبہ کے نگران نے چیئرمین صاحب کو فون کیا اور یوں ایک ہنگامی صورتحال پیدا ہو گئی۔ کیا مسئلہ تھا، کیوں ہوا تھا، کیسے ہوا تھا سب معلومات حاصل

کر کے حضور انور کی خدمت میں ارسال کی گئیں۔حضور انور نے فرمایا کہ شعبہ ٹرانسمیشن کے نگران کچھ روز صبح، شام، رات ایم ٹی اے میں بسر کریں گے۔ایم ٹی اے ہی میں قیام ہو گا اور ہر وقت نظر رکھیں گے کہ نشریات میں اس طرح کا خلل واقع نہ ہو۔ان کے قیام کا یہ عرصہ کوئی دو ماہ پر محیط ہو گیا اور اس چند ثانیوں کے خلل کے اندیشہ کا اچھی طرح تجزیہ کیا گیا اور آئندہ کے لئے ایسے خلل کا سدّباب کیا گیا۔بتانا یہ مقصود تھا کہ ایم ٹی اے پر ہونے والے اس چند ثانیوں کے خلل کو صرف اور صرف حضور انور نے دیکھا اور اس پر سخت نوٹس لیا۔جو ذمہ دار تھے وہ بھی بے خبر تھے۔مگر حضور انور نے اسی وقت ایم ٹی اے لگایا جس وقت یہ واقعہ پیش آتا تھا۔اس سے حضور انور کی نظر میں ایم ٹی اے کی جو اہمیت ہے وہ بھی سمجھ آتی ہے۔اس دور میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایم ٹی اے کی صورت میں ایک لاجواب نعمت سے نوازا ہے جو ساری جماعت کو خلیفہ وقت سے رابطہ میں رکھے ہوئے ہے۔حضور کی ایم ٹی اے کے لئے یہ توجہ اور محبت دراصل اس محبت کی غمّاز ہے جو حضور کے دل میں جماعت کے لئے موجزن ہے۔خلیفۂ وقت کا رابطہ جماعت سے چند ثانیوں کے لئے بھی کیوں ٹوٹے؟اب اس رابطہ کا ٹوٹنا جماعت کے لئے قابل قبول ہے، نہ خلیفۂ وقت کے لئے۔

☆... کچھ اور واقعات پیش ہیں جو انتظامی امور میں ہمارے لئے رہنما اصول کا درجہ رکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضور انور کی خدمت میں ایک تجویز پیش کی جس میں ہمارے شعبہ کو کسی دوسرے شعبہ کے ساتھ کام کرنا تھا۔حضور نے تجویز سن کر فرمایا کہ ٹھیک ہے، ان سے بھی پوچھ لو۔بلکہ اس طرح کرو کہ انہیں خط لکھو کہ میں آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔براہ مہربانی کچھ وقت عنایت فرمائیں۔پھر جو وہ وقت دیں، اس وقت پر جاؤ اور اپنی تجویز پیش کر کے ان سے بات کرلو۔وہ بھی خوش ہو جائیں گے، تمہارا کام بھی ہو جائے گا۔

جن سے ملنے جانا تھا، وہ یوں بھی بہت شریف اور نجیب آدمی ہیں۔حسبِ ارشاد ایسا ہی کیا۔وہ بڑی محبت سے ملے۔بڑی محبت سے بات سنی اور بلا تامّل اس تجویز پر رضامندی ظاہر کر دی جو دونوں شعبہ جات کے باہمی الحاق سے ایک کام کرنے کی صورت میں تھی۔یہاں بھی حضور نے یہ تعلیم دے دی کہ جس طرح بھی ہو سکے، خود کو دوسروں سے بہتر تو دور کی بات، برابر بھی نہ سمجھا جائے بلکہ خود کو نیچا اور کمتر سمجھ کر بات کی جائے، خواہ مخاطب کوئی بھی ہو۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگوں سے ملا کرو تو بہت خوش دلی سے ملا کرو۔اتنی خوش دلی سے کہ دوسرا شخص تم سے مل کر بہت خوش ہو۔عرض کی کہ حضور کوشش تو یہی کرتا ہوں، مگر حضور سے دعا کی درخواست ہے تا کہ کہیں کمی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے بھی دور فرما دے۔بڑی محبت سے فرمایا کہ ہر آدمی کے خوش ہونے کا معیار مختلف ہوتا ہے۔ضروری نہیں کہ جس بات پر تم خوش ہوتے ہو، دوسرا بھی اتنی بات پر خوش ہوتا ہو۔ہو سکتا ہے اس کی خوشی کا معیار مختلف ہو۔اس لئے تم اپنی طرف سے پورا زور لگا دیا کرو۔اگر کسی کو یہ اچھا لگتا ہے کہ تم سلام کر کے رک کر کچھ بات بھی کرو۔یا ہاتھ ملاتے وقت تمہارے تھوڑا جُھکنے سے خوش ہوتا ہو تو تھوڑا جھک کر مل لو۔کیا حرج ہے اگر دوسرا آدمی تمہاری کسی حرکت سے خوش ہو جائے۔مگر ساتھ ہی فرمایا کہ کسی کو خوش کرنے اور کسی کی خوشامد کرنے میں فرق ہے۔بعض لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ کسی سے خوش دلی سے بات کروں گا تو وہ خوشامد نہ سمجھ لے۔خوشامد تو ناجائز کام کروانے کے لئے کسی کو خوش کرنے کا نام ہے۔جب کہ کسی کو خوش کرنے کی کوشش ایک نیکی ہے۔حضور کے معیار پر تو شاید ہم میں سے کوئی بھی پورا نہیں اتر سکتا، مگر میرا تجربہ ہے کہ محبت سے ملنے کے بہت فوائد ہیں۔لوگ بھی آپ کو خوشی سے ملنے لگتے ہیں کہ یوں وہ محبت فروغ پاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

کے ذریعہ سے سکھائی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں سکھائی کہ مومن، مومن کا آئینہ ہوتا ہے، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں سکھائی کہ

دیکھ لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے ایک دل کرتا ہے جھک کر
دوسرے دل کو شکار

ایک دوست جو ایک صیغہ کے افسر بھی ہیں مجھ سے اپنے ایک کارکن کا اکثر گلہ کیا کرتے کہ وہ عجیب ذہنی کیفیت میں ہے۔ آتا ہے تو مہینوں آتا رہتا ہے، غائب ہوتا ہے تو مہینوں اپنے ذہنی دباؤ میں گھر پڑا رہتا ہے۔ اس سے رابطہ بھی ممکن نہیں ہوتا۔ میں نے بہت برداشت کرلیا ہے، اب حضور سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اسے فارغ کر دیا جائے۔ بظاہر بات میں کوئی برائی بھی نہ تھی کیونکہ سبھی اپنے اپنے شعبہ کی بہتری چاہتے ہیں اور کوئی بھی نہیں چاہتا کہ کسی کارکن کی طرف سے ہمہ وقت بے یقینی کا شکار رہے۔ لہٰذا خاکسار نے تو کوئی مشورہ نہ دیا۔ ایک روز وہ دوست بتانے لگے کہ آج میں نے حضور سے ملاقات کے دوران عرض کر دی کہ حضور وہ کارکن کئی ہفتوں سے کام پر حاضر نہیں ہوا۔ الاؤنس بھی ہر ماہ مل رہا ہے۔ آنے جانے کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ درخواست ہے کہ انہیں فارغ کر دیا جائے۔ کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ مجھے اس کی ذہنی کیفیت کا پتہ ہے۔ الاؤنس آپ کی جیب سے تو نہیں جاتا۔ جیسے آتا ہے جب آتا ہے، آلینے دو۔ ٹھیک ہو جائے گا۔

خاکسار اس بات کا گواہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد ان کے وہ کارکن باقاعدگی سے آنے لگے، ان کی شادی کی باتیں چلنے لگیں، پھر شادی بھی ہوگئی اور وہ بڑی ہنسی خوشی کام پر بھی نہایت باقاعدگی سے حاضر ہونے لگے، اور آج تک ہو رہے ہیں۔

عجیب معاملات ہیں۔ یہی باتیں تو ہمیں بتاتی ہیں کہ خلیفۂ وقت کو کبھی محض کسی بڑے بین الاقوامی ادارہ کا محض ایک سربراہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ ان کے سپرد اللہ نے جماعت کا انتظام اور انصرام کر رکھا ہے، مگر سب سے پہلے انہیں اپنے اذن سے چنا ہے، پھر روح القدس کے ذریعہ طاقت دے کر انہیں کھڑا کیا ہے، گویا اپنی روح پھونک دی ہے۔ وہ وجود تو مجسم دعا ہے۔ ہم دعا کی درخواست کرتے ہیں اور کرنی بھی چاہیے، مگر یہ بھی کیا عجیب بات ہے کہ کسی کی شکایت بھی کی گئی ہو تو وہ دعا بن جائے اور بغیر دوسرے شخص کے علم میں آئے وہ دعا اس کے لئے اکسیر کا کام کر جائے۔ کے ساتھ ہے، وہ ہمارے ادراک سے باہر ہے۔ ہم اس کا احاطہ نہیں کر سکتے، لہٰذا بجائے اس کا احاطہ کرنے کی کوششوں میں سرگرداں رہنے کے، کیوں نہ اس کی دعاؤں کو جذب کرنے کی کوشش کی جائے۔

دنیا کی دانشگاہوں میں organisational behaviour کا مضمون ترقی کرتا کرتا اس مقام تک جا پہنچا ہے جہاں اس میں پی ایچ ڈی کی ڈگریاں دی جاتی ہیں۔ مگر کوئی دانشگاہ انتظامی صلاحیتوں کی تعلیم دیتے ہوئے تقویٰ کا سبق نہیں دیتی۔ یہ سبق اِس دَور میں اگر کسی دانشگاہ میں ہے، تو وہ اسی دانشگاہ میں ہے جسے ہم خلافتِ حقّہ اسلامیہ احمدیہ کے نام سے جانتے ہیں۔

اس مضمون کو پڑھ کر میرے دوست احباب ضرور کہیں گے (کچھ برملا، کچھ دل میں) کہ اصلاح کے اس قدر مواقع کے باوجود اسے دیکھو کہ کچھ فرق نہیں پڑا۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس مضمون کا مقصد ہرگز یہ دعوی کرنا نہیں کہ ان امور میں میری اصلاح ہوگئی ہے۔ مقصد صرف اس قدر ہے کہ حضور نے ایسے باریک امور کی طرف توجہ دلائی کہ حضور کی توجہ نہ ہوتی تو شاید اس طرف نگاہ بھی نہ جاتی۔ حضور ہمارے رہنما ہیں، ہماری رہنمائی فرماتے ہیں، ہم ان راہوں کے سالک ہیں۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہمارے قدم ان راہوں پر اٹھتے چلے جائیں جن پر حضور ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔

(بحوالہ وہ جس پہ رات ستارے لئے اترتی ہے قسط 4 از آصف محمود باسط صاحب)

❁❁❁

NUSRAT
MOTORS RE-WINDING
Cell : 9902222345
9448333381

Spl. in :
All Types of Electrical Motor Re-Winding,
Pump Set, Starters & Panel Repairing Centre.
HATTIKUNI ROAD, YADGIR - 585201

گوشۂ ادب

(منظوم کلام حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

نہ مے رہے نہ رہے خُم نہ یہ سُبو باقی
بس ایک دل میں رہے تیری آرزو باقی

پڑی ہے کیسی مصیبت یہ غنچۂ دیں پر
رہی وہ شکل و شباہت نہ رنگ و بو باقی

کہاں وہ مجلسِ عیش و طرب وہ راز و نیاز
بس اب تو رہ گئی ہے ایک گفتگو باقی

وہ گاؤں گا تری تعریف میں ترانۂ حمد
رہے گا ساز ہی باقی نہ پھر گلُو باقی

گیا ہوں سوکھ غمِ ملّتِ محمدؐ میں
رہا نہیں ہے مرے جسم میں لہو باقی

قُرونِ اولیٰ کے مسلم کا نام باقی ہے
نہ اُس کے کام ہیں باقی نہ اس کی خو باقی

خدا کے واسطے مُسلم ذرا تو ہوش میں آ
نہیں تو تیری رہے گی نہ آبرو باقی

(اخبار الفضل جلد ۱۔ ۲۷/ اگست ۱۹۱۳ء بحوالہ کلام محمود مع فرہنگ صفحہ ۱۱۶)

اخلاق کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی تلقین

دو بنیادی باتیں ہیں اگر تم میں پیدا ہوگئیں تو پھر آگے ترقی کرنے کے لئے اَور منازل بھی طے کرنی ہوں گی۔ دین کی صحیح تعلیم پر عمل کرنے کے لئے تم نے اخلاق کے اَور بھی اعلیٰ معیار دکھانے ہیں۔ اگر یہ معیار قائم ہوگئے تو پھر تم حقیقی معنوں میں مسلمان کہلانے کے مستحق ہو اور اگر یہ معیار قائم کر لئے اور اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کر لئے تو پھر ٹھیک ہے تم نے مقصد پالیا اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن گئے اور انشاء اللہ بنتے رہو گے۔ اور اگر یہ اعلیٰ معیار قائم نہ کئے اور تکبر دکھاتے رہے اور ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ اپنے آپ کو مَیں کسی طریقے سے نمایاں کروں تو یاد رکھو کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں۔ پھر تو حقوق العباد ادا کرنے والے نہیں ہو گے بلکہ اپنی عبادتوں کو ضائع کرنے والے ہو گے۔ اگر حسن خلق کے اعلیٰ معیار قائم نہ کئے تو اس کے ساتھ ساتھ اپنی عبادتوں کو بھی ضائع کر رہے ہو گے۔ اور وہ معیار کیا ہیں جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم قائم کریں۔ فرمایا وہ معیار یہ ہے کہ تم قریبی رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔ وہ قریبی رشتہ دار جو تمہارے ماں باپ کی طرف سے تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں، تمہارے رحمی رشتہ دار ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳/ جنوری ۲۰۰۴ء)

پھر پڑوسی ہیں، اگر پڑوسی، پڑوسی سے خوش ہو تو اس پڑوسی کو جس سے اس کا پڑوسی خوش ہے اعلیٰ اخلاق کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے آپؐ نے اپنے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں بہت سی نصائح فرمائی ہیں۔ صحابہؓ بھی اس وجہ سے بہت زیادہ کوشش میں رہتے کہ کس طرح پڑوسی کو خوش رکھیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے کس طرح علم ہو کہ مَیں اچھا کر رہا ہوں یا برا کر رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے پڑوسی کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم بڑے اچھے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا طرز عمل اچھا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹/ اگست ۲۰۰۵ء)

1981 1982 1983
MISHKAT ARCHIVES

دو ماہی مشکوٰۃ جنوری فروری

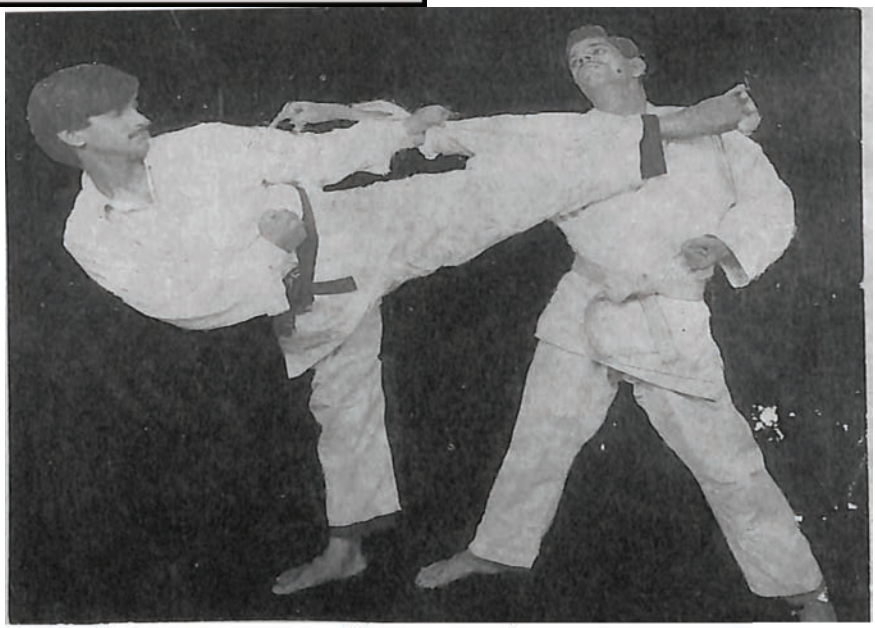

مکرم عبدالقادر صاحب ناظم صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ کلکتہ صوبہ بھر کے سالانہ اجتماع کے موقع پر اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے

CKS TIMBERS
"the wood for all Your needs"
TEAK,ROSEWOOD,IMPORTED WOODS,SAWN SIZES & WOODEN FURNITURE,CRANE SERVICE
VANIYAMBALAM - 679339,MALAPPURAM Dt. ,KERALA
Mobile:9447136192,9446236192,9746663939
:cktimbers@gmail.com
:www.ckstimbers.com

Prop. Mahmood Hussain
Cell : 9900130241
MAHMOOD HUSSAIN
Electrical Works

Generator & Motor Rewinding Works
Generator Sales & Service
All Generators & Demolishing Hammer Available On Hire
Near Huttikuni Cross, Market Road, YADGIR

HEALTH & FITNESS CORNER

پالک کے 10 فوائد جو ہماری صحت کے لیے بھی ضروری ہیں

پالک کھانے کے فوائد:

پالک ہے کیا؟

پالک کا تعلق سبزیوں اور پودوں کے کینوپوڈیسیائے Che-nopodiaceae خاندان سے ہے، جس میں چقندر اور پالک کے علاوہ کچھ سبزیاں شامل ہیں۔

پالک کی تین مختلف اقسام ہیں: میلانی پالک، نیم سیو یارڈ پالک اور ہموار پتوں والی پالک۔

غذائیت کے ماہر جولیون کے مطابق پالک کھانے کے انسانی جسم کو دس بڑے فوائد ہیں:

اچھی بصارت کو برقرار رکھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

توانائی حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے

دل کی صحت کے لیے مددگار

ہڈیوں کی صحت بہتر بنانے میں مددگار

کینسر کے خلاف جنگ میں معاون ہوتی ہے

حفاظتی اینٹی آکسیڈینٹ کی خصوصیات

فائبر کا مفید ذریعہ

وزن کو متوازن رکھنے میں مدد دیتی ہے

زیادہ چکنائی والی خوراک کے مضر اثرات کو کم کرسکتی ہے

دماغی صحت بہتر بنانے میں مددگار

https://www.bbc.com/urdu/articles/clw۸۳z۲۱wrgo

صبح سویرے نیم گرم پانی میں لیموں اور شہد ملا کر پینے کے انسانی صحت پر اثرات

لیموں پانی کے فوائد کے متعلق تو آپ نے بہت سنا ہوگا لیکن اگر آپ نیم گرم پانی میں آدھا لیموں نچوڑ لیں اور تھوڑا سا شہد بھی شامل کرلیں اور اس مشروب کو صبح نہار منہ پیئیں تو اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ چند اہم فوائد جو آپ کو اس مشروب سے حاصل ہوں گے درج ذیل ہیں:

لیموں اور شہد میں پائے جانے والے پوٹاشیم، کیلشیم اور میگنیزیم جسم کو تروتازہ کرتے ہیں اور اس سے پانی کی کمی پوری ہوتی ہے۔

جوڑوں اور پٹھوں کا درد، دور کرنے میں مددگار ہے۔

گلے کے انفیکشن اور سوزش سے نجات مل جاتی ہے۔

اعصابی نظام مضبوط ہوتا ہے اور ڈپریشن اور ذہنی دباؤ سے نجات ملتی ہے۔

وٹامن سی کی مدد سے جلد صاف اور صحت مند ہوتی ہے۔

سینے کی جلن ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

دانت کے درد اور مسوڑھوں کے مسائل کا خاتمہ ہوتا ہے۔

یورک ایسڈ تحلیل ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے جوڑوں کے درد سے نجات ملتی ہے۔

بلڈ پریشر کو نارمل رکھتا ہے۔

خون کی شریانوں کی صفائی ہوتی ہے۔

جسم میں بیماری سے بچانے والے اینٹی آکسیڈنٹ پیدا ہوتے ہیں۔

یہ حاملہ ماؤں کے لیے بہت ہی مفید ہے، یہ ماں کو وائرس اور فلو سے بچاتا ہے اور بچے کی ہڈیاں اور اعصابی نظام خصوصاً دماغ کو مضبوط بناتا ہے۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۱۴ اپریل ۲۰۲۱ء)

سائنس کی دنیا

Science

آپ کے کھانے کی پسند کا راز آپ کی 'زبان' کی بناوٹ میں چھپا ہے

(۵ جنوری ۲۰۲۴ بی بی سی)

زبان کے بارے میں بات ہونے جارہی ہے، اب یہاں دو تین چیزیں واضح کرنی بہت ضروری۔ وضاحتوں کا آغاز اس بات سے کرتے ہیں کہ یہاں نا تو بولی جانے والی زبان کا ذکر ہونے والا ہے اور نا ہی اُس زبان کا کہ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فلاں بہت زبان دراز ہے۔

تو جناب پھر ذہن میں سوال یہ آتا ہے کہ کس زبان کا ذکر ہونے والا ہے؟ تو ہم ذکر کرنے لگے ہے اُس زبان کا جو انسان کے منھ میں ہوتی ہے جس کی مدد سے ہم یہ پتا چلا سکتے ہیں کہ کس کھانے کا ذائقے کیسا ہے۔

ابتدائی طور پر اگر کسی بھی فرد کی زبان دیکھی جائے تو زبانوں میں کوئی قابل ذکر فرق نظر نہیں آتا ہے۔

تاہم اس پیچیدہ اور نفیس عضو کے تھری ڈی تجزیے سے اب یہ پتا چلا ہے کہ یہ ایک ایسی ساخت ہے جس کی خصوصیات ہمارے فنگر پرنٹس کی طرح انفرادی ہوتی ہیں۔

فرق نہ صرف پیپیلے (کھانے کو دانتوں سے چبانے کے دوران اس پر گرفت جمائے رکھنے وہ چھوٹے چھوٹے 'ٹیسٹ بڈز' جو اس کے بارے میں دماغ کو یہ بتاتے ہیں کہ جو کھانا آپ کھا رہے ہیں اُس کا ذائقہ کیسا ہے) کی تعداد میں ہے، بلکہ وہ گوشت دار پروٹین جو ان کی سطح کو ڈھانپتے ہیں، بلکہ ان کی شکل میں بھی ہے۔

سکاٹ لینڈ کی ایڈنبرا یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کی طالبہ اور اس تحقیق کی سربراہ رینا اینڈریوا نے بی بی سی کو بتایا کہ 'ایک پیپیلا سے ہم ۴۸ فیصد درستگی کے ساتھ (۱۵ شرکاء پر مشتمل ایک گروپ میں سے) ایک شخص کی شناخت کرنے میں کامیاب رہے۔

ایک پیپیلا کے تجزیے نے کسی شخص کی جنس اور عمر کی پیش گوئی کو معتدل درستگی کے ساتھ ۶۷ سے ۷۵ فیصد تک ممکن بنایا۔

اگرچہ ابھی یہ تحقیق جاری ہے، اینڈریوا نے یہ بھی بتایا کہ مطالعے سے یہ بھی پتا چلا ہے کہ 'ہمارا مطالعہ یہ ابتدائی ثبوت فراہم کرتا ہے کہ (زبانیں) بہت منفرد ہیں۔'

انگلینڈ کی لیڈز یونیورسٹی کے محققین کے تعاون سے کی جانے والی یہ تحقیق سائنسی جریدے سائنٹیفک رپورٹس میں شائع ہوئی ہے۔

زبان کی ساخت میں فرق

محققین کے مطابق، ہر زبان کے نقوش میں فرق یہ سمجھنے میں بھی کلیدی ہوسکتا ہے کہ ہم کچھ کھانوں کو کیوں پسند کرتے ہیں اور کُچھ کو مسترد یا نا پسند کیوں کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر جن لوگوں کے پاس 'فنگیفارم فارم' پیپیلے کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، یعنی جو شکل میں مشروم سے ملتے جلتے ہیں اور زیادہ تر زبان کے کناروں اور نوک پر پائے جاتے ہیں، یہ لوگ وہ ہیں جنھیں ڈارک چاکلیٹ یا لیموں پسند نہیں آتے، کیونکہ ان لوگوں کو ان کے ذائقے عام لوگوں کے مقابلے میں بہت زیادہ شدت کے ساتھ محسوس ہوتے ہیں۔

لیکن جو چیز کھانے کے بارے میں ہمارے تصور کو بھی متاثر کرتی ہے وہ پیپیلے ہیں جو ایک مکینیکل فنکشن کو پورا کرتے ہیں، اور جو زبان کو اس کی ساخت اور رگڑ کو محسوس کرنے کی اجازت دیتا ہے جو ہم کھاتے ہیں۔

مثال کے طور پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہم کچھ کھانوں کو دوسروں پر

that Allah becomes his Shield and Protector. This is the definition of a Muttaqi that we should keep in mind. The next state is that of a Mohsin, who brings those others to Allah's path as well. Therefore, a believer should be a Muttaqi and a Mohsin. By possessing both of these qualities, one is also able to help humanity at large.

A believer should therefore not be content with one stage; rather, they should ponder over how they can enter the ranks of the Mohsinun and help Allah's creation as well. True righteousness and belief are that one is a Mohsin as well."[6]

To cut the long story short, the only key to attaining happiness lies in becoming a fusion of Muttaqi (involving purification of heart) and Mohsin (involving giving away money for needy). Embracing this happiness model can eradicate suffering of the humanity. In this model, both the givers and receivers of money experience genuine happiness. God-willing, following this model will bless us true happiness in the hereafter as well. May Allah guide us to follow this happiness model, thereby transforming the world into a paradise filled with authentic and lasting happiness. Ameen!

References:

[1]https://www.financialexpress.com/opinion/can-happiness-be-bought/3021650/

[2]https://indianexpress.com/article/opinion/editorials/express-view-the-happiest-countries-also-rank-among-the-highest-in-antidepressant-consumption-8513372/

[3] Hadhrat Mirza Tahir Ahmad (rh), Revelation, Rationality, Knowledge and Truth, 2015, p-180.

[4] Bashir Ahmad Rafiq, "Muhammad Zafarullah Khan – Some Reminiscences".

[5] Al Hakam, Friday 15 October 2021 Issue CLXXXVII, ISSN 2754-7396

[6] https://www.alhakam.org/jalsauk-2023day1address/

کیوں ترجیح دیتے ہیں، یہ بات صحت مند کھانے کی ترکیب بنانے والوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہوسکتی ہے۔

اینڈریوا کہتی ہیں کہ 'ہم سمجھتے ہیں کہ ذائقہ بہت اہم ہے، اور یہ سچ بھی ہے، لیکن کھانے کی ساخت بھی ہمیں ایک خوشگوار احساس دلاتی ہے۔'

اور ہر زبان کی انفرادیت اور بیماریوں کے درمیان کیا تعلق ہے؟ کیا پیپیلے کی شکل اور تقسیم کا مطالعہ کر کے تشخیص کرنا ممکن ہے؟

اینڈریوا بتاتی ہیں کہ 'یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی ہم اگلے مرحلے میں تحقیقات کرنے جا رہے ہیں۔'

اُن کا مزید کہنا ہے کہ 'جب ایک فرد مثال کے طور پر آٹومیون نامی بیماری (کہ جس میں انسانی جسم اس بات کا تعین نہیں کرسکتا کہ اُن کے جسم میں کون سے خلیے اُس کے اپنے جسم کے ہیں اور کون سے جسم کے باہر سے اندر داخل ہوئے ہیں) کا شکار ہوتا ہے کہ جسے 'سجوگرین سنڈروم' کہا جاتا ہے (اس بیماری میں انسانی جسم کے اہم حصوں جن میں زبان سرفہرست ہے پر سے نمی ختم ہوجاتی ہے)، جہاں ایک قسم کے پیپیلے (فلیفارم پیپیلے) کی شکل زیادہ چپٹی ہوتی ہے۔

اس تحقیق میں جہاں بہت سے باتیں واضح ہوئیں وہیں ماہرین اور محققین کا یہ بھی ماننا ہے کہ انسانی زبان کی بناوٹ اور اس کی مدد سے جسم میں موجود طبی مسائل کے بارے میں مزید جاننے کے لیے ابھی مزید مطالعے اور تحقیق کی ضرورت ہے کہ جس کی مدد سے ایسے اعداد و شمار جمع کیے جا سکیں کہ جو آنے والے دنوں میں ہونے والی تحقیقات میں مددگار ثابت ہوں۔

in such a humble setting.

In reply, Hazrat Chaudhry Sahib explained that he preferred a simple lifestyle to be able to use his wealth for the benefit of the poor, needy, and widows. The joy, peace, and satisfaction he found in serving others in need were beyond description. He felt content and happy without desiring worldly possessions or fame.

Hazrat Chaudhry Sahib continued to emphasize that living a simple, humble life provided immense pleasure and comfort, and if Sir Khizar Hayat Khan were to experience this wealth of poverty and humility, he would understand its true value.

This anecdote exemplifies how a person, despite having significant worldly possessions, chose to serve humanity selflessly and derived true happiness and prosperity from it. By becoming a true Muttaqi and Mohsin, he found paradise on earth and God willing, will be enjoying the paradise hereafter. This happiness model can be illustrated and proved with countless other examples, emphasizing that real happiness and prosperity lie in purifying one's heart and then doing selfless service and putting the needs of others above material possessions and appearances.

Conclusion and Summary

In conclusion, it is fitting to share the inspiring words of the most joyful living individual on earth today, who exemplifies the happiness model in the most impeccable manner humanly possible. This person is none other than Hazrat Mirza Masroor Ahmad Khalifatul Masih V (aa), the current Worldwide Head of the Ahmadiyya Muslim Community. In a faith-inspiring and enlightening excerpt from his concluding address at the Jalsa Salana Germany 2021, the Al-Hakam writes as follows:

"The Promised Messiah (as) [Hazart Mirza Ghulam Ahmad - Founder of the Ahmadiyya Muslim Community] said that there were great promises by Allah, the Almighty for who were righteous. Allah helped such people, and this help and succor was never received by those who did not show Taqwa (righteousness). Allah helped a righteous person in ways that would astound him. The Promised Messiah (as) said that for happiness and comfort in this life, the path of Taqwa must be traversed – also known as the path of the Holy Quran. The disbelievers may seem happy through their external state due to their wealth; however, their hearts were in great sorrow and engulfed in chains and fires. The Promised Messiah (as) said that people observed the jubilant faces and outwardly state of such people who were occupied in a worldly life without Allah; however, in reality, their internal state was in a very dark place. Drawing on the writings of the Promised Messiah (as), who wrote with reference to the Holy Quran, Khalifatul Masih V (aa) explained how the life of materialistic people – those who cared not for God and only chased the wealth and comforts of this world – were tied with internal chains of sorrow and despair. Such people were never content and always had jealousies and wants haunting their souls. Only believers had true contentment. Khalifatul Masih V (aa) said he personally knew such people who were in such a state. The Promised Messiah (as) said that wealth and extrava gant clothes and food were never a means of happiness; rather, true happiness was from Taqwa. A person who had Taqwa could truly enjoy the blessings of this world too. A person who chased after worldly luxuries would call all of this insane and would question it. However, if that person was asked to give a true testimony of their heart, they would admit they were stuck in a cycle of more wants and constant desires. A righteous person was free from such shackles."[5]

Recently , in one of the addresses Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aa) addressed the world with the following words "Allah states: "Verily, Allah is with those who are righteous and those who do good" (16: 129). A Muttaqi is one who fears Allah, always wants His pleasure, and hopes

money to others resulting in true fulfillment and happiness within oneself and outside world.

Implementation of Happiness Model

The most exceptional individual who practically demonstrated and taught us how to embrace this happiness model is the Holy founder of Islam, Hazrat Muhammad Mustafa (saw), titled as The Mercy for Mankind in Holy Quran. He stands as the most influential and joyous figure in the history of humanity, and his impact will endure for generations to come. Once, a companion of the Holy Prophet (saw) inquired about his character from the beloved wife of the Prophet, Hazrat Ayesha (ra). Her response was that "his morals were the Holy Quran." Undoubtedly, he embodied the teachings of the Holy Quran and wholeheartedly implemented the happiness model described in the previous section to the highest degree humanly possible.

As a result, he serves as the perfect role model for all of us to follow and emulate, striving to achieve happiness and prosperity to the best of our abilities in the world and hereafter. This model was then embraced and followed by the holy companions and Khulfa-e-Rashida (Rightly Guided Caliphs) of the Holy Prophet. In the present day and age, the most ardent lovers and followers of the Holy Prophet and his companions, including first and foremost the founder of Islam Ahmadiyyat Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad of Qadian-The Promised Masih and Mehdi (as) along with his companions and Caliphs. They have also adhered to this model with utmost sincerity and dedication.

Nevertheless, to keep things concise and straightforward, let's focus here on a single anecdote about a devoted follower of the Holy Prophet (saw) and the Promised Masih (as), which vividly illustrates that genuine happiness does not come from amassing vast material wealth and money. This anecdote can be considered an amazing application and a clear proof of the utility of our happiness model. This is described as follows.

In one of his books, Late Bashir Ahmad Rafiq, a biographer and close confidant of Sir Chaudhry Zafrullah Khan (ra), who served as the former UN Secretary-General and Chief Justice of the International Court of Justice, recounted a compelling anecdote from the life of Sir Chaudhry Zafrullah Khan (ra). As an eyewitness to the incident, he wrote the following in his book [4]:

Once, Sir Khizar Hayat Khan Tiwana, who had served as the Chief Minister of undivided Punjab Province before the partition of the subcontinent, visited London and stayed in his preferred hotel in Piccadilly. Hazrat Chaudhry Sahib expressed his desire to meet him, as they were old friends, and I was invited to join the visit. Upon arriving at the hotel, we were welcomed by Sir Khizar Hayat Khan's private secretary, who escorted us to the top floor where an entire wing had been reserved for him. Even the elevator was managed by his employees.

In the spacious drawing room, Sir Khizar Hayat Khan warmly welcomed Hazrat Chaudhry Sahib and expressed great joy in meeting him. When introduced to me, he greeted me with equal delight. During the conversation, Sir Khizar Hayat Khan revealed that he had reserved the whole wing of the hotel despite his family not accompanying him on the trip. He preferred not to have unfamiliar people around him. In response, Hazrat Chaudhry Sahib questioned the need to spend such a significant amount of money when his family was not present.

To this, Sir Khizar Hayat Khan responded, stating that his whole life had been like this, and wealth is meant to provide comfort to individuals. He then inquired about Hazrat Chaudhry Sahib's residence. When told that Hazrat Chaudhry Sahib lived in a one-bedroom flat next to me in London's Ahmadiyya Mission House and ate with me, Sir Khizar Hayat Khan expressed surprise and concern, feeling uneasy at the thought of someone of his stature living

(ii) Having grasped the initial component of our happiness model, we are now prepared for the first actionable step. Our focus should be on embracing the path that leads us to a state known as Taqwa, which involves purifying the heart. This state is elucidated through the following set of four sacred verses.

(a) Remembrance of Allah is a key action item to be happy as stated in the Holy Quran, "Surely in Allah's remembrance do the hearts finds peace" (13:29).

(b) The second crucial aspect involves maintaining a positive outlook. Starting the day with a negative attitude is likely to result in an unenjoyable and unhappy experience. Conversely, adopting a positive mindset allows one to recognize the goodness present in various aspects of life. This idea is closely intertwined with the concept of Shukr, or gratefulness, which holds significant importance in Islam. As stated in the Holy Quran, Allah affirms, "If you are grateful, I will surely bestow more favors on you" (140:8), indicating that expressing gratitude leads to receiving more blessings.

Genuine gratitude goes beyond mere lip service or uttering expressions like Alhamdulillah or MaShaAllah! (All praise belongs to Allah or What Allah has willed) out of habit or external influence. Instead, it stems from the depths of one's heart, with a profound realization of the abundance of God's blessings, regardless of the circumstances. Taking things for granted should be avoided, as practicing true gratitude is the key to attaining happiness.

(c)Holy Quran says: "Verily, he truly prospers who purifies himself" (87:15). Self-purification in thought, word, and deed is another prerequisite for achieving spiritual prosperity and happiness. Although it is true that no one is flawless, we should make concerted efforts and be vigilant to keep our conduct and attitude towards everyone and everything spotless. It is important to get rid of any anger, hatred, jealousy, impatience, pride, revenge, envy, injustice, scorn, and other negative emotions towards other people. As opposed to this, one should work on developing feelings of love, kindness, sympathy, forbearance, humility, patience, charity, justice, civility, helpfulness, understanding, and other admirable qualities.

(d) Holy Quran offers another method to find happiness both within oneself and in the external world by advising individuals to exercise control and restraint over their desires. Without such self-restraint, achieving peace through the fulfillment of desires becomes impractical, as desires often surpass one's capacity to pursue them. Despite these measures appearing insignificant, they possess considerable potential in terms of effectiveness and significance. The teachings of the Holy Quran, for instance, support this notion with the verse, "Strain not thy eyes after what We have bestowed on some classes of them to enjoy for a short time-the splendour of the present world-that We may try them thereby. And the provision of thy Lord is better and more lasting" (20:132).

(iii) After purifying the heart, which serves as the dwelling for the soul and emotions, and attaining the state of Taqwa, the individual is referred to as Muttaqi in Quranic terminology. In this state, the person has the capacity to embody the essence of what was discussed in the first element of this happiness model. Such an individual derives greater happiness from generously donating wealth to noble causes, such as alleviating poverty or fulfilling the needs of the underprivileged. This state is known as becoming Mohsin in Quranic terminology.

In summary, our happiness model can be outlined as follows: Initially, recognizing the heart (soul) as the center of emotions and understanding that happiness is linked to the absence of suffering. Subsequently, we endeavor to purify this emotional center, striving to attain the state of Taqwa and becoming Muttaqi. Finally, we advance to the stage of becoming Mohsin, where we find among other things the act of giving

The experience of spiritual happiness and success, however, vastly outweighs that of temporal and materialistic fulfillment. It is this kind of spiritual happiness and prosperity that one should aim towards. One must understand these feelings of spiritual happiness and prosperity vary in intensity from person to person depending on the type and depth of experience. The spiritual happiness and prosperity attained through Divine realization cannot be adequately expressed in words. Whether to a greater or smaller extent, the person who, by God's Grace, is the recipient of this experience is in reality happy and prosperous.

God has established ways and means by which one may receive this gift of real happiness from His Grace and Mercy. It is the principle of God that He helps those who help themselves. The Holy Quran is replete with instructions for the direction and guidance of the spiritual wayfarer to achieve real happiness as Holy Quran says "It is they who follow guidance from their Lord, and it is they who shall prosper" (31:6). So clearly to achieve real happiness we need to follow commandments of God in the first place.

Someone might question whether the theoretical definition of happiness and prosperity presented by Islam and its advocates is merely abstract or if there are individuals who have truly experienced and testified to such a spiritual form of happiness and prosperity that surpasses the materialistic pleasures of the world. To address this inquiry, a straightforward yet noteworthy happiness model is introduced in the following section, and its practical application and validity is illustrated through an anecdote afterwards.

A Simple Happiness Model

Humans are inherently emotional beings, and it is natural to wonder about the origin of these emotions. While some may argue that emotions stem from the brain or mind, others contend that the heart or soul is their source. The Holy Quran provides a definitive stance on this matter, stating that the heart is indeed the seat of the soul and all emotions. Therefore, according to the teachings of the Holy Quran, happiness, being a potent emotion, emanates from the heart. Thus, if one's heart is healthy in every aspect, genuine happiness will naturally arise, regardless of the amount of wealth one possesses.

The Holy Quran exhibits a remarkable phenomenon whereby any selection of its sacred verses can yield diverse meanings depending on the specific combination, sequence, or order in which they are arranged and analysed. Drawing upon this extraordinary characteristic, a chosen set of holy verses will be used to build a happiness model capable of bringing joy to individuals regardless of their wealth. This model encompasses the comprehension and application of three following fundamental elements.

(i) One essential element of our happiness model is derived from the profound insights of the Holy Quran, as eloquently conveyed in Hazrat Mirza Tahir Ahmad's (rh) monumental book [3] where he says, "that God did not create suffering as an independent entity in its own right, but only as an indispensable counterpart of pleasure and comfort. The absence of happiness is suffering, which is just like its shadow, just as darkness is the shadow cast by the absence of light. If there is happiness, there has to be suffering, both situated at the extreme poles of the same plane, with innumerable grades and shades in between". Based on this understanding, our model suggests that if one selflessly provides money to the needy to alleviate their suffering, this act will reciprocate and manifest as a form of happiness, akin to the happiness experienced by the recipients. The giver, in turn, will receive happiness with even greater intensity. An anecdote in the upcoming section further illustrates this principle. Therefore, the key principle of our model is that real happiness can be attained only by giving money to those in need rather than solely focusing on accumulating wealth for extravagant pursuits that only cater to one's ego and selfish desires.

An Islamic Happiness Model Fusion of Muttaqi and Muhsin

Dr Muhsin Ilahi (Aligarh)

Introduction and Motivation

The title of an opinion piece recently published in the Financial Express [1] is "Can happiness be bought?" . The author discusses and supports his answer to this question by referencing several studies, including those conducted by the 2015 Nobel prize-winning economist and psychologist, Daniel Kahneman. The article's key conclusions can be summarized by the following two statements: "For the majority of individuals, happiness truly is a commodity, and having more money makes you happier," and "Money can't buy happiness - this sentiment is lovely, popular, and almost certainly wrong." The potential validity of this new theory will only be determined over time, so it remains to be seen whether it will prove to be accurate or not. Let's wait and watch.

A few days prior to the aforementioned article, The Indian Express featured an intriguing item on its Editorial page titled "Happiness Paradox" with the striking phrase "the happiest countries also rank among the highest in anti-depressant consumption" [2]. The editorial piece utilizes data from the World Happiness Report 2023 and the Organization for Economic Cooperation and Development to bolster its argument. The analysis concludes with the following two thought-provoking sentences: "What they really rank is how well each nation has created the conditions for happiness among its citizens. Because happiness itself is too ineffable, individual & elusive to be contained within such prosaic things as rankings and measurements."

Undoubtedly, we find ourselves in an era of scientific progress where almost everything, including emotions, is being attempted to be quantified through various measurements. The question of whether emotions can genuinely be quantified by such means is a topic that exceeds the scope of this article. Nevertheless, we will make a humble endeavor to explore the relationship between happiness and money from an Islamic perspective, drawing inspiration from the Holy Quran. Thus, in this article, our primary focus will be on the potential solution offered by the Islamic viewpoint to the question at hand: Does money truly measure or buy real happiness and prosperity? To begin, we will define the concept of happiness and subsequently develop a happiness model based on teachings from the Holy Quran. Finally, we will delve into the application and testing of this happiness model, followed by a comprehensive conclusion that sums up our findings.

Defining Happiness and Prosperity

What exactly do the terms happiness and prosperity mean? There are certainly many different interpretations, but for the majority of people, it is limited and restricted to the acquisition of worldly benefits and achievements of one kind or another, such as good health, financial security, matrimonial contentment, friendships, success in studies, business or other endeavors, success in legal matters, or the acquisition of property, etc.

Undoubtedly, achieving material prosperity can give a certain amount of happiness and should be properly valued. As stated in the Holy Quran, these material possessions are definitely blessings for which one should always express gratitude to God: "Be grateful to Allah for whoso is grateful, is grateful for the good of his own soul" (31:13).

خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ آسنور کشمیر کی خدمت خلق کے پروگرام کے مناظر

خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ چنئی تامل ناڈو کے سیمینار کے مناظر

وقارِ عمل مجلس خدام الاحمدیہ حیدر آباد تلنگانہ کے مناظر

بلڈ ڈونیشن کیمپ مجلس خدام الاحمدیہ ممبئی مہاراشٹرا

وقارِ عمل مجلس خدام الاحمدیہ کوریل کشمیر

Registered with Registrar of Newspapers of India at PUNBIL/2017/74323 Postal Registration No: GDP-46/2021-23
Annual Subscription: ₹220 (20/copy) By Air $50 Weight: 40-100 grams/Issue

Monthly MISHKAT Qadian

Majlis Khuddam-ul-Ahmadiyya Bharat

PH: +91-1872-220139 FAX: 222139 E-mail: mishkatqadian@gmail.com

Chairman: Shameem Ahmad Ghaury
Editor: Niyaz Ahmad Naik +91-9779454423
Manager: Syed Abdul Hadee +91-9915557537

Volume 8 January 2024 CE Issue 1

Published on 25th Feb 2024

جماعت کو ہمسایہ سے حسن سلوک کی تاکید

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

ہمارا یہ اصول ہے کہ کُل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کیلئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اسلام اس قوم کے بدمعاشوں کا ذمہ دار نہیں ہے۔ بعض ایک ایک روپیہ کی لالچ پر بچوں کا خون کر دیتے ہیں۔ ایسی وارداتیں اکثر نفسانی اغراض سے ہوا کرتی ہیں اور پھر بالخصوص ہماری جماعت جو نیکی اور پرہیز گاری سیکھنے کیلئے میرے پاس جمع ہے وہ اس لئے میرے پاس نہیں آتے کہ ڈاکوؤں کا کام مجھ سے سیکھیں اور اپنے ایمان کو برباد کریں۔ میں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے دشمنی نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن ہے ان کے عقائد کی اصلاح چاہتا ہوں۔

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۸)

Printed and Published by Mohammad Nooruddin M.A, B.Lib and owned by Majlis Khuddam-ul-Ahmadiyya Bharat, Qadian and Printed at Fazl e Umar Printing Press, Harchowal Road, Qadian, Distt-Gurdaspur, 143516, Punjab, India and Published at Office Majlis Khuddam-ul-Ahmadiyya Bharat, P.O Qadian, Distt-Gurdaspur, 143516, Punjab, India. **Editor:** Niyaz Ahmad Naik